بفضلہ تعالے

دیوان شیدا

معہ

غزلیات زیبا و یکتا

باہتمام مرزا الطاف بیگ

در مطبع ابو العلائی اسٹیم پریس آگرہ

زینت طبع یافت

قیمت فی جلد ۱۲؍

Presented to Shri Rama
Babu Sahab Saksena,

[illegible]
17.10-49

M.A.LIBRARY, A.M.U.

U32114

MUSLIM UNIVERSITY LIBRARY ALIGARH
۳۲۱۱۴

تمہید

تذکرہ دیوان و مختصر سوانح عمری جناب بابو بدری پرشاد صاحب المتخلص بہ شیدا
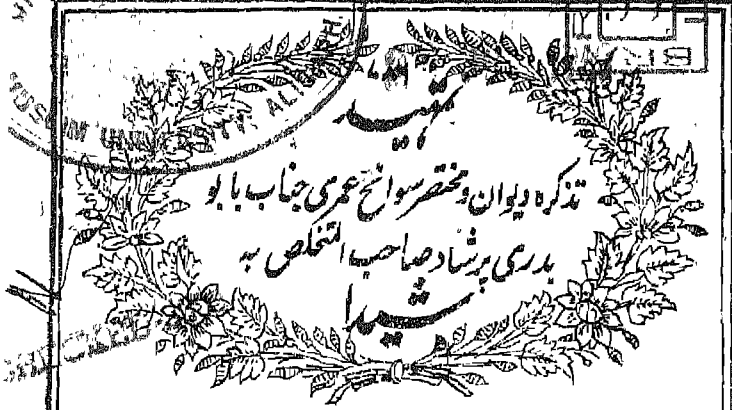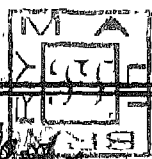
بابو بدری پرشاد صاحب سکسینہ کایستھ تھے سنہ ۱۸۳۹ء میں آپ کی ولادت
باسعادت سے زمانہ کو شرف حاصل ہوا۔ آپکے خاندان کی بود و باش ابتدا
میں بھوج پور میں تھی جو شاہ اکبر کے زمانہ میں ایک محال تھا اور بعد ازاں لکھنؤ
اور روہیلہ نوابین کے درمیان جھگڑوں کا مقام رہا چنانچہ اس خاندان
کو بھی ان جھگڑوں میں حصہ لینا پڑا۔ شروع آٹھویں صدی میں بھوج پور کو
خیرباد کہہ کر فرخ آباد میں سکونت اختیار کی۔ جناب بابو بدری پرشاد صاحب
کے والد ماجد عالیجناب منشی ٹھاکر داس صاحب ایک بڑے منبر کے خدا پرست

اور نیک نفس تھے۔ آپکی ملازمت نوابین لکھنؤ اور فرخ آباد کیواسطے باعث
فخر تھی۔ ایام غدر میں جب انگریزوں کی ہندوستانی فوج نے بغاوت کی تو
نواب فرخ آباد باغیوں کی طرفداری پر آمادہ ہوئے۔ آنکی رائے بالکل مخالف
تھی چنانچہ انہوں نے ملازمت سے دستکشی مناسب سمجھی اور بہ تمام
[illegible] بابو [illegible] پرشاد کی شادی تیار ہو چکی تھی روانہ ہوئے لیکن راہ
چند روز ایام گذاری کرکے باغیوں کی لوٹ مار کیوجہ سے مراجعت فرمائی
اس وقت تک بابو [illegible] پرشاد صاحب عربی۔ فارسی میں فارغ التحصیل
ہو چکے تھے اور زبان انگریزی میں درجہ اول تک جو اسوقت سب سے بڑا
درجہ متصور تھا تعلیم ختم کر چکے تھے۔ ملیٹری ڈیپارٹمنٹ (محکمہ فوج)
کے دفتر میں ملازمت اختیار کی اور اسی سلسلہ میں مختلف چھاونیوں
اور مختلف مقامات پر مثلاً شاہجہانپور۔ سیالکوٹ۔ بنارس۔ [illegible] ۔
سیتاپور۔ پشاور۔ [illegible] ([illegible] کابل) اور کانپور میں قیام رہا۔

زیادہ از نصف بنگال کی پولری میں مشتاق رہے اور اسی رجمنٹ سے
سنہ ۱۸۸۷ء میں جب وہ رجمنٹ کانپور سے ملتان جانے لگی ملازمت
سے مستعفی ہوگئے۔ اور چند روز مکان پر رہ کر ریاست گوالیار میں
آکر ضلع اجین میں وکالت شروع کی مگر زندگی نے زیادہ وفا نہ کی
افسوس بتاریخ ۴ اگست سنہ ۱۹[illegible] دار فانی سے بعارضہ [illegible]
رحلت فرمائی۔

رباعی تاریخ وفات بابو بہاری پرشاد صاحب شیدا

فرمائی رحلت شیدا نے جس دم
چھایا جہان میں ہر سو گہرا ماتم
تاریخ ہجرت لکھنی جو چاہی
دل سے نکلا [illegible] وا غم
سنہ ۱۳[illegible]ھ

اسوقت آپکے دو صاحبزادے بابو رام سروپ و رائے بہادر کشن سروپ آگرہ کالج میں زیر تعلیم تھے۔ منشی بدری پرشاد صاحب کو حصول علم کا بہت شوق تھا۔ فارسی۔ عربی۔ انگریزی میں استعداد کامل رکھتے تھے ریاضی۔ نجوم۔ علم طب میں ماہر تھے اور فن موسیقی میں بھی کسیقدر دخل رکھتے تھے اور شاعری کا شوق آپ کو اوائل عمر سے ہی تھا اسوقت آپ کا تخلص رنگین تھا۔ اشعار حسب معمول بہت سادہ ہوتے تھے دو تین غزلیات اسوقت کی شامل دیوان ہیں۔ بعدہٗ آپ نے جناب شیخ امداد حسین صاحب صفیر فرخ آبادی سے جو یگانہ روزگار تھے اور جناب شیخ امداد علی صاحب بحر کے شاگردوں میں سے تھے تلمذ حاصل کیا اور رشید تخلص رکھا۔ آپ کا کلام نہایت پاکیزہ و لطیف ہے نازک خیالی و مضمون آفرینی خاص جوہر ہے خیالات کی بلند پروازی اور الفاظ لطافت خیز بندش کی چستی اور تشبیہوں کی آمد اور زور طبیعت آپکی

قوت متخیلہ کا ثبوت دیتے ہیں۔

مذہباً آپ اصول ویدانت یعنی تصوف کے قائل و پیروکار تھے بدیں وجہ
اچھے اچھے فقرا اہل ہنود و اسلام سے صحبت تھی اور بالخصوص
حضرت حسین شاہ صاحب فرخ آبادی جو شاہ عبدالرحمن صاحب لکھنوی
کے مریدین میں سے خدا پرست بزرگ تھے اور نیز آپ کے مرید
شاہ طالب حسین صاحب فرخ آبادی سے جو بعد وصال حسین شاہ
صاحب آپ کے سجادہ نشین ہوئے تبادلۂ خیالات کا خاص شرف
حاصل تھا جس سے آپ کو اسلام کے رموز اور اسرار کی واقفیت اور
اسکے ساتھ ہی معرفت اور حقیقت کا مشاہدہ ہوا اسکی جھلک آپکی
شاعری میں برابر پائی جاتی ہے۔ غزلیات میں اکثر اشعار مضامین
تصوف سے پُر ہیں جو ادنیٰ غور و خوض کے بعد تصوف کے رنگ میں
ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں۔ عاشقانہ مضامین کو عمدہ اور مہذب

پیرایہ میں بیان کیا ہے جس میں ویدانت اور تصوف کی جھلک نظر آتی ہے
مگر کسی جگہ تہذیب کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے مثلاً چند اشعار
ایک غزل کے درج ذیل ہیں۔

کس بہار حسن کی آمد کا غل گلشن میں ہے
جو ہر اک مسکن گزیں بوستاں چمن میں ہے

زلف کے پیچوں سے دل میرا بھی الجھن میں ہے
جا بجا سبزہ ہر جگہ کنگھی مرے گلشن میں ہے

اس کے کاٹے کا نہیں منتر کہیں دنیا میں پیچ
زہر کالے کیا ان جو زلف کی ناگن میں ہے

تاکتے ہیں غیر تجھکو آ کے اے رشک پری
یہ چراغ خانہ تری دیوار کے روزن میں ہے

بظاہر یہ اشعار عشقیہ ہیں مگر صرف چند الفاظ کے اصطلاحی معنی لینے سے
کچھ اور ہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے مثلاً بہار حسن یعنی عشق - و گلشن و بوستاں
مراد جسم عاشق - زلف یعنی پردہ حسن ذات جسے ویدانت میں مایا کہتے ہیں
غیر یعنی دشمن روح یعنی نفس خودی و غصہ وغیرہ ۔ روزن دیوار مراد حواس
ظاہری و باطنی یعنی انسان اپنے [illegible] حقیقی کے ظاہر

ہونیکو اور عاشق کو جو اس سے مسرت حاصل ہوتی ہے اسکو کس خوبی
کے ساتھ دکھلاتا ہے۔ شعر دوم عشق کی مشکلات جو سالک کو پیش آتی
ہیں بیان کرتا ہے حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ مصرعہ

(کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا)

شعر سوم۔ سالک کی مشکلات کو زیادہ تر کے اظہار کیا ہے گویا دل کے
پھنسانیوالی بلا کی چیزوں سے نکلنا ناممکن ہے۔ شعر چہارم۔ بیان
کرتا ہے کس طرح نفس امارہ ہوس اللذات دنیا وغیرہ جو دشمن انسانی
ہیں جو اس کو اپنے شکنجہ میں رکھکر عاشق کو نور ذات مشاہدہ کرانے
سے باز رکھتے ہیں۔

ناظرین باریک بین کو ان اشعار کا لطف ظاہر ہوا ہوگا۔ بہت سے اشعار
عشقیہ ایسے ملینگے جو عشق حقیقی کیطرف طبیعت کو مائل کرتے ہیں۔
علاوہ بریں بہت سے اشعار تصوف کے مسائل ہمہ اوست ہمہ از دوست

سکے شاہد ہیں مثلاً

گر نہ ہوتا اسمیں ذرہ حق کے نور پاک کا	پھر سالم و شن نہ ہوتا نام مشت خاک کا
کیا لطیف و جیفہ ہی ہر شے کا مبدء ہے ایک	زاہدا جھگڑا نہیں یاں پاک اور ناپاک کا

بلبل نخلہ لاہوت ہیں ہم	کوئی کیا جانے نشیمن اپنا
دیکھتے ہیں جو ہے اپنا ہی ظہور	شعلہ حسن سے روشن اپنا

جز تیرے نہ کچھ ہم کو سر مو نظر آیا	جس سمت اٹھی آنکھ ادھر تو نظر آیا
کس شے سے رواں تن ہے پہ تعجب سے دیکھا	سمجھے تھے جسے جان وہی تو نظر آیا

آپ نے چند غزلیات نعتیہ بھی لکھی ہیں یہ بموقع مشاعرہ جناب رضوان علی صاحب رضوان جو کچھ دن کیواسطے قرب کانپور میں آکر مقیم ہوئے تھے اور نعتیہ کلام کہا کرتے تھے پڑھی گئیں تھیں۔ آپ اکثر مشاعروں میں

شریک ہوا کرتے تھے اور آپ کے اشعار کی بہت تعریف ہوا کرتی
تھی اور داد ملا کرتی تھی۔ شعر ذیل پر تو سامعین اچھل اچھل پڑے ؎

گو ہم دونوں ہیں آپ کی آنکھیں مست و حیا	مڑ کے سوئے کشتگاں دیکھیں یہ عادت نہیں

آپ کے مضامین بالکل نئے اور نرالے ہیں اور بندش الفاظ نہایت شستہ
موزوں لطافت خیز اور جدت آمیز کل دیوان میں بھرتی کے اشعار بہت
کم ملیں گے۔ آپ نے اکثر اشعار میں نہایت مشکل طرحوں میں جودت
طبع دکھائی ہے اور ان قوافی کو جس خوبی کے ساتھ نباہا ہے وہ دیکھنے
سے ظاہر ہوگا۔

آپ کو تضمین یعنی اور شعرا کی غزلیات پر مصرعہ لگانے کا بھی شوق تھا
چنانچہ کئی مخمسات جو آپ نے لکھے ہیں وہ درج دیوان ہیں۔ مصرعے ایسے
برجستہ چسپاں ہیں کہ ان شعرا کے کلام کو اپنا کر لیا ہے تمثیلاً دو خمسے پیش
کئے جاتے ہیں جس سے ناظرین کو لطف بیان کا اندازہ ہو جائیگا۔

غزل دیوانہ -

تم افضل حسن میں ہو ہم ہیں علم عشق میں فاضل	جو دلبر بے بدل تم ہو تو ہم ہیں عاشق بیدل
کمال اپنا اپنے فن میں الغرض دونوں کو ہے حاصل	جو تم ہنسنے میں ہو مشتاق ہم رونے میں ہیں کامل

تمہیں بجلی گرانا ہم کو مینہ برسانا آتا ہے

غزل خسرو

جب سے دل خود رفتہ میں الفت نے تیری راہ کی	تجھ میں فنا ایسا ہوا میری خودی تک مٹ گئی
جب آپ کو گم کر دیا تب بات یہ حاصل ہوئی	من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

سماعت میں مداخلت ہونیکی وجہ سے آپ نے کچھ گانے کی چیزوں میں قلم فرسائی کی ہے سر دست چند ہولیاں جو بمشکل دستیاب ہو سکیں درج دیوان ہیں یہ گو بادی النظر میں معمولی گیت ہیں مگر دراصل عشق حقیقی سے پر ہیں۔ انہیں سے اکثر شاہ طالب حسین مرحوم و مغفور کے یہاں عرس کے موقع پر گائی

جاتی تھیں اور سامعین کو وجد کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ آپنے کچھ ہندی زبان میں کبت بھی ارشاد فرمائے تھے لیکن افسوس! دستیاب نہونے کی وجہ سے دیوان میں شامل نہو سکے۔

بابو صاحب موصوف نے دو صاحبزادگان بابو رام سروپ و رائے بہادر بابو کشن سروپ کو یادگار زمانہ چھوڑا۔ بابو رام سروپ صاحب بی اے اوّل آگرہ کالج میں مدرس ریاضی مقرر ہوکر گورنمنٹ سررشتہ تعلیم میں ملازم رہے اور آگرہ و باندہ میں درجہ ہیڈ ماسٹری تک پہونچکر ۱۹۲۲ء میں پنشن حاصل کی۔ اب اپنے صاحبزادہ رائے آنند سروپ صاحب ڈپٹی کلکٹر کے پاس قیام پذیر ہیں انکے طریقہ تعلیم کی ہمیشہ تعریف رہی جنکے فیض سے آپکے اکثر شاگرد اچھے اچھے عہدوں پر ممتاز ہوئے اور خود نہایت ہر دلعزیز بھی خواہ خلایق رہے۔ آپ کو فن موسیقی میں بالخصوص ستار و ہارمونیم سے شوق رہا اور ایک کتاب رسالہ "ہارمونیم" جو مبتدی شایقین ہارمونیم کے

لئے نہایت مفید ثابت ہوئی ہے تصنیف فرمائی آپنے جبتد بان علم فوٹوگرافی کے واسطے بھی ایک بے نظیر رسالہ فن فوٹوگرافی میں نہایت سلیس اُردو زبان میں لکھا ہے جس کی پبلک نے نہایت قدر افزائی فرمائی اور ہنوز مشتاق ہیں اسکی نسبت مولوی عبد اللہ صاحب فرماتے ہیں ؎

ممکن ہوا دریا کا بھی کوزے میں سمانا	دیکھو فن تصویر نے منظور کی تصویر

جناب موصوف کو اوائل عمر میں فن شاعری سے بھی شوق تھا مگر اب ایک مدت سے اسطرف طبیعت مائل نہیں آپ کی چند غزلیات آخر دیوان میں درج کی گئی ہیں آپ کا تخلص یکتا ہے کلام کی لطافت ملاحظہ پر موقوف ہے آپکے صاحبزادے بابو آنند سروپ صاحب بی۔ ایس۔ سی نہایت ذہین۔ منصف مزاج اور ہونہار ڈپٹی کلکٹر ہیں گورنمنٹ نے آپکی جفاکشی۔ مستعدی اور لیاقت کی قدر افزائی فرما کر خطاب رائے صاحب کا عطا کیا۔ یہ لڑکپن ہی سے نہایت زود فہم

اور ذہین تھے اور امتحان بی۔ ایس۔ سی میں الہ آباد یونیورسٹی میں اوّل نمبر پاس ہوئے ہیں خدا عمر میں برکت دے اور یوماً فیوماً ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

رائے بہادر کشن سروپ صاحب آگرہ کالج سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد رُڑکی تشریف لے گئے وہاں سے ۱۸۹۵ء میں انجنیری پاس کرکے گورنمنٹ گزٹیڈ جگہ پر ممتاز ہوکر بعہدہ اسسٹنٹ انجنیری متعین ہوئے اور درجہ بدرجہ ترقی پاکر چیف انجنیر و سکرٹری گورنمنٹ بہادر اوڑیسہ ہوئے۔ جناب سے پہلے یہ عہدہ جلیلہ مستقل طور پر کسی ہندوستانی کو عطا نہیں ہوا۔ گورنمنٹ آپکے کارنمایاں کی ہمیشہ مداح رہی اور ۱۹۱۹ء میں خطاب "رائے بہادر" سے معزز و ممتاز فرمایا۔ اور آخری سروس میں ۲ ماہ کی توسیع جو اس ڈیپارٹمنٹ میں کسی اعلیٰ حاکم کو حاصل نہیں ہوئی خود بخود عطا فرمائی۔ آپ مارچ ۱۹۲۸ء

کو بصد اعزاز پنشن یاب ہو کر ریٹائر ہوئے اس موقع پر آپ کی خداداد لیاقت اور منکسر مزاجی کے متعلق قلم فرسائی کرنا باعث طوالت ہے حقیقتہً ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست	تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ادنیٰ و اعلیٰ آپ کے برکات فیوض سے مستفیض ہوئے۔ آپکے متناطیسی اثر سے جسکو عطیہ ایزدی کہنا چاہئے۔ لوگ جوق جوق آپکے گرد و پیش جمع نظر آتے تھے اور اپنے مقاصد اور دلی تمناؤں میں کامیاب ہوتے تھے (پروردگار ایسے بافیض نفوس کی عمر و دولت میں برکت دے۔ آمین ثم آمین) آپ کے چار صاحبزادگان جنمیں سب سے بڑا راقم الحروف احقر جگدیش سروپ بی۔ ایس۔ سی۔ بی۔ ایل وکیل عدالت دیوانی آگرہ میں ہے۔ دیگر برادران ہنوز زیر تعلیم ہیں خدا انکی عمر و اقبال میں ترقی عطا فرمائے۔ والد بزرگوار جناب بابو رائے بہادر رتن سروپ صاحب کو بھی صغر سنی سے شعر گوئی کا شوق رہا ہے تخلص آپ کا زیبا ہے آخر دیوان میں کچھ کلام بطور یادگار درج

کیا گیا ہے جس سے ناظرین ضرور محظوظ ہونگے۔

اختتام سے قبل ناظرین کو یہ بھی مطلع کرنا ضرور ہے کہ اس دیوان کی شاعری چالیس برس سے زائد کی ہے اس عرصہ میں جو بے انتہا تبدیلی خیالات ہوئی ہے اور جو رنگت شاعری نے بدلی ہے وہ محتاج بیان نہیں لہذا موجودہ زمانہ کی شاعری نیچری یا پولیٹکل نہیں ملسکتی تاہم جیسے دریا کے ساحل کبھی ادھر کبھی اُدھر چلتے پھرتے رہتے ہیں لیکن آبیاری اور استفادہ کے خیال سے روش اسکی یکساں رہتی ہے اسیطرح اصلی شاعری اور پاکیزہ و سچے خیالات خواہ کسی نوع سے اسکا اظہار ہو لغیروں کو اپنی جانب کھینچے ہوئے باز نہیں رہسکتی ہیں۔ امید کہ ناظرین اس دیوان سے حظ وافر اٹھائینگے ٥

کرم کی ہو نظر یا رسید ارباب دانش کی	رہے دیوان نگاہ طینت ناپاک سے خالی
نہیں کچھ فخر و دعوی ہے جتنے سن شناعری	کبھی ہوتا نہیں گلشن خس ہائے تماشا سے خالی

قطعہ تاریخ اشاعت دیوان شیدا

صد شکر کہ ہو گیا مرتب — دیوان شیدا کا اب یہ زیبا

بکھرے ہوئے موتی اور نگیں تھے — اک ہار کی شکل میں اب آیا

دیوان ہے عشقیہ و لیکن — لاہوت کا ہے یہ سیپارہ سا

لعل وحدانیت کا معدن — اور گوہر معرفت کا دریا

تاریخ اشاعت اسکی لکھو یا — جب دل میں یہ خیال گزرا

لکھ یا سر جہد بولا ہاتف — "مجموعہ غزلیات شیدا"

۱۹۲۷ + ۳ = ۱۹۳۰ء

رقیمہ نیاز

جگدیش سروپ عفی عنہ

مائی تھان آگرہ

سال ۱۹۳۱ء

ردیف الف

گر نہ ہوتا اُس میں ذرّہ حق کے نورِ پاک کا
مہر سا روشن نہ ہوتا نام مشتِ خاک کا

خاکساری سے یہ مسجودِ ملائک ہو گیا
دیکھئے پہونچا ہے کس رتبہ کو پتلا خاک کا

جس جگہ تک حضرتِ انساں نے فرمایا عروج
جا نہیں سکتا فرشتہ وہم ادراک کا

نفسِ امارہ ہمارے واسطے گو زہر ہے
یادِ مولا بھی تو رکھتی ہے اثر تریاک کا

سب سے وہ آزاد ہے دونوں جہاں ہیں اسکے صید
جو ہوا نخچیر وابستہ تری فتراک کا

کیا قدم مارے کوئی ہے عشق کے دریا عمیق
پانی ہو جاتا ہے یاں آ کر جگر تیراک کا

کیا لطیف و خفیف ہے ہستی کا مبتدع ہوا ایک
زاہدا جھگڑا نہیں یاں پاک اور ناپاک کا

سب دھلے جاتی ہیں دم میں کیا گناہوں سے ہے خوف
جوش پر دریا ہے اپنے دیدۂ نمناک کا

ظاہری صورت سے شیدا کیوں ہیں ہم ہے ملول
بند کر آنکھیں تماشا دیکھ ہفت افلاک کا

جمایا عشق نے جب نقش عمر جاودانی کا
مٹایا دل سے نقشہ یک قلم دنیائے فانی کا

اٹھایا ہو مزہ جس نے نہ وصل یار جانی کا
بھلا کیا خاک پایا لطف اس نے زندگانی کا

چھلکتا خون آلودہ ہے میرا آبلہ زاہد
بغل میں ہے نہیں شیشہ شراب ارغوانی کا

جفا کی تم نے مجھ پر جان و دل سے میں رہا قربان
عوض اچھا کیا صاحب ہماری جانفشانی کا

ضعیفی میں اچھل پڑتا ہوں دیکھ کر حسینوں سے
مزہ پیری میں یاد آتا ہے ایام جوانی کا

بنائی بے بدل صورت تری دست قدرت نے
قلم عاجز ہے جسکا دیکھ کر بہزاد و مانی کا

دھری ہے باڑھ سر کی غضب قاتل تری آنکھوں نے
مچا ہے شور اک عالم میں تیغ اصفہانی کا

سنہرا چھوٹا نکلا رنگ جالی کے دوپٹے سے
شبابِ روز افزوں ہے یہ عالم کا ہلالی کا

کہیں چھوٹنے نہ چپکے چپکے مجھ کو آتشِ فرقت
یہی ہنا ہی کھٹکا رات دن سوزِ نہانی کا

لبھا لیتا ہے عاشق کو ادا و ناز و جادو سے
عجب ڈھب یاد ہے اس حیلہ گر کو دلستانی کا

جزا کے روز کرنا دستگیری اسکی یا مرشد
کہ شیدا کو بھروسا ہے تمہاری مہربانی کا

کس کو معلوم ہے مخزن اپنا
کوچۂ یار ہے مسکن اپنا

بلبل نخلۂ لاحوت ہیں ہم
کوئی کیا جانے نشیمن اپنا

دیکھتے ہیں جو ہے اپنا ہی ظہور
شعلۂ حسن ہے روشن اپنا

دیکھنے کے لئے دلدار کا نور
شرحۂ دل ہی ہے روزن اپنا

سیر ہے خاک درِ جاناں کی
اسی کو سمجھے ہیں گلشن اپنا

اہل عرفاں سے وہ رشتہ ہی قوی
چاکِ محشر سے ہے سوزن اپنا

فضل اللہ رہے شیدا پر

خاک پھانکا کرے دشمن اپنا

آیا ہے نظر آج ہمیں یار ہمارا | جاگا ہے مگر بخت نگوں سار ہمارا

پامالی کا سیکھا ہے چلن کس سے یہ تونے | دل پیس گیا ظالم دم رفتار ہمارا

عشاق میں اپنے جو نہیں لکھتے ہو حضور | دل پھیر ہمیں دیجئے سرکار ہمارا

جس حال سے رکھو ہمیں راضی برضا ہیں | تابع ہیں ہم اسکے وہ ہے مختار ہمارا

ہم بولیں جو منصور کے مانند تو حق ہے | لے دار کی صورت جو قد یار ہمارا

مقبول ہیں مردود ہیں کافر ہیں مسلماں | جو کچھ ہے بد و نیک ہے کردار ہمارا

کیا باغ ہے کیا باغ ہے کیا باغ ہے واللہ | گلزار ہے زخموں سے دل زار ہمارا

مرنے پہ بھی ہم کو نہ غم یار نے چھوڑا | کوئی نہیں ایسا ہے وفادار ہمارا

دل ایک ہے معشوق خریدار ہزاروں | اب دیکھئے کیا گرم ہے بازار ہمارا

جوروں کی تمہارے نہ کبھی انتہا آئی | آ پہونچا صنم آخری دیدار ہمارا

وہ جنس ہیں بیکار کہ بازار جہاں ہیں | ناپید ہے عنقا سا خریدار ہمارا

افراط محبت سے وہ فرماتے ہیں اکثر
شیدا سا زمانے میں نہیں یار ہمارا

ہوگیا پورا ارادہ اے خود آرا آپ کا
لیجئے دنیا سے اب عاشق سدھارا آپ کا

مر گیا بے زخم تیغ آنکھوں کا مارا آپ کا
لے گیا ہے چرخ پر سبقت ستارا آپ کا

ہمکو سودائی سا پھرتے دیکھکر کہتے ہیں سب
آج کل گردش میں آیا ہے ستارا آپ کا

ایک ہی تو ہے یہ لاکھوں گالیاں ہیں آپنے
میری کیا طاقت جو لوٹوں سے دوبارا آپ کا

قہقہے غیروں سے اور ہمکو رلانا ہجر میں
ہے تو بے جا ہی جھگڑا ہمارا آپ کا

رحم کی جا سختیاں کرتے ہو میرے لئے تو
دل مگر حق نے بنایا سنگ خارا آپ کا

آپکے جور و جفا کو جان و دل موجود ہیں
پر جدا رہنا نہیں ہم کو گوارا آپ کا

بار سے شمشیر کے شاید لچک جائے کمر
قتل کرنے کو کفایت ہے اشارا آپ کا

چادر ارژنگ نظروں میں ہوئی نقش بر آب
خامۂ مانی نے جب خاکہ اتارا آپ کا

حسن میں یکتا ہیں حسب صفا عشق میں ہم فرد ہیں
ہے غرض مضمون خط واحد ہمارا آپ کا

تختۂ رحمت پہ شیدا کو ترا نام مرشدا
بحرِ عصیاں میں ہے صرف اسکو سہارا آپکا

جز تیرے نہ کچھ ہمکو سر مو نظر آیا
جس سمت اُٹھی آنکھ اُدھر تو نظر آیا

کس شے سے رواں تن میں پہ جب غور سے دیکھا
سمجھے تھی جسے جان وہی تو نظر آیا

جانا کوئی شے تیر سے پہلو میں ہے جس دم
جان و جگر و دل میں ترازو نظر آیا

خوش لہجہ تو ہوتے ہیں حسین دہر میں اکثر
لیکن تری تقریر میں جادو نظر آیا

کس طرح سے لکھتا صفتِ ابروئے خمدار
خامے کی زباں پر مجھے بچھو نظر آیا

خط دیکھ کے انھیں بیٹھا ہی خاموش کبوتر
قاصد بھی مرا مجکو تو اُلّو نظر آیا

پیری میں بھی ہے لطف جوانی ہمیں حاصل
جامہ تن ژولیدہ کا اُتّو نظر آیا

اغیار سے خالی نہ تری بزم کو دیکھا
ملنے کا ترے ہم کو نہ قابو نظر آیا

بیٹھے وہ دکھانے کو بہت قبر پہ میری
آنکھوں میں مگر ایک نہ آنسو نظر آیا

ہے حسن پہ حوروں ہی کے شیدا ابھی لندہا

کھل جائینگی آنکھیں جو کہیں تو نظر آیا

زلفِ شبگوں میں جو وہ چاند سا مکھڑا دیکھا ‌ ‌ ‌ ‌ نورِ حق کفر کے پردے میں چمکتا دیکھا

آئینۂ رخ کا تمہارے جو کبھی وا دیکھا ‌ ‌ ‌ ‌ اور کیا چیز ہے یوسف کو بھی سکتا دیکھا

حسن پر آپکے کس کو نہیں مرتا دیکھا ‌ ‌ ‌ ‌ قیس لیلیٰ کو تو یوسف کو زلیخا دیکھا

جس نے اے بت نہ ترے حسن کا جلوہ دیکھا ‌ ‌ ‌ ‌ سچ تو یہ ہے اسنے خدائی میں بھلا کیا دیکھا

سرخیِ لب سے مسیحائی کی امید کہاں ‌ ‌ ‌ ‌ دوست سمجھا تھا جسے خون کا پیاسا دیکھا

پھول سوسن کے انار و نہ قدِ یار میں ہیں ‌ ‌ ‌ ‌ پھولتے پھلتے بھی نخلِ تمنا دیکھا

اپنا سر کاٹ کے خود رکھدیا آگے اُنکے ‌ ‌ ‌ ‌ ہمنے جب جنبشِ ابرو کا اشارا دیکھا

آنکھیں دکھلا کسی نادان کو کافر اپنی ‌ ‌ ‌ ‌ پتلیوں کا تو بہت ہمنے تماشا دیکھا

اندھے آئینہ میں شکل اُنکو جو آئی نہ نظر ‌ ‌ ‌ ‌ کس تکبر سے کہا دیکھ لے یکتا دیکھا

دیکھکر آہ شرربار کو رحم آیا اُنہیں ‌ ‌ ‌ ‌ ہمنے لوہا اسی بھٹی میں پگھلتا دیکھا

آتشِ ہجر میں ٹھیرا دلِ مضطر کیونکر ‌ ‌ ‌ ‌ قائم النار بھی ہونے لگا پارا دیکھا

لبس عریانی ہے بہتر کہ ہو اصلی پوشش
فذکروا اللہ کرکہ کے ہوئے معنی روشن
اسکی چوٹی کو سنوارا کئے ہم ساری رات
نحن اقرب کو بھلا پھرتا ہے ہر سو زاہد

نہ رفو اسمیں سنا ہم نے نہ بخیا دیکھا
یاد جب آ سکو کیا سامنے بیٹھا دیکھا
کھیلتے ہاتھو نپہ لے دوستو کا لا دیکھا
دیکھے اسکو نہ کبھی جسنے ہو اللہ ہا دیکھا

عشق میں آپکے صدقہ کیا دین ایماں
آج تک آپ نے مجھسا کوئی شیدا دیکھا

اثر آہ نے اے ظلم فگن چھوڑ دیا
کیا شگوفہ نیا اے غنچہ دہن چھوڑ دیا
ترے کوچہ کے ہوا خوٰ نے لے رشک بہار
بعد مُردن مری مٹی کو بھی برباد کیا
وصف لب چھوڑ کے لکھنے لگو وصف گیسو
زلف جب چہرہ پر آئیں تو نہ سوجھا مضمون

پھونکدیتا تجھے اے چرخ کہن چھوڑ دیا
پھول کمہلا گئے بلبل نے چمن چھوڑ دیا
ایک مدت سے تماشائے چمن چھوڑ دیا
قتل کرکے مجھے بے گور و کفن چھوڑ دیا
ملک تاتار پسند آیا یمن چھوڑ دیا
ہمنے تقویم میں یہ چاند گہن چھوڑ دیا

انتظار اُنکا دمِ بازپسیں تک کرکے
ناامیدی سے مری روح نے تن چھوڑ دیا

خالِ عارض پہ نظر اپنی لگا بیٹھے ہیں
ہمنے سنبل کے حسینوں کا چمن چھوڑ دیا

راہ جب نقشہ کشی کی نہ ملی مانی کو
کھینچی تصویر گیا جانے میں چمن چھوڑ دیا

جیب و دامن کی تو کیں دھجیاں اے دستِ جنوں
وحشتکے جوش کا اگر تار کفن چھوڑ دیا

یہ جمع وصل کا مضموں نظر آیا جسدم
روح نے قالبِ خاکی کا وطن چھوڑ دیا

جام و دل اپنا ہے معمورِ مئے وحدت سے
ہمنے ذکرِ دلِ بیتاب سخن چھوڑ دیا

جب سے تسلیم کے کوچہ میں قدم رکھا ہے
شکوۂ رنج و ستم جور و محن چھوڑ دیا

آسرا آپ کا شیدا کو ہے روزِ جزا
کیسے بے پر اسے شاہِ زمن چھوڑ دیا

شکوہ کروں کس طرح تپِ ہجرِ بتاں کا
دل پھونک دیا سینہ ہجر نے سوزِ نہاں کا

مضموں مرے اشعار کا ہوتا ہے جو بانکا
یہ فیض ہے استادِ سخن اہلِ زباں کا

جنت میں تو ٹھہرونگا نہ ٹھہرونگا میں تنہا
نقشہ نہ بنا جسکا اگر تیرے مکاں کا

نقدِ دل و جاں کھو کے بھی پایا نہ اُسے ہائے — حاصل نہ ہوا ہم کو کبھی سود زیاں کا

تو کون ہے کہتے ہو مری جاں میں ہی ہوں پیا — محرم جسے تم کہتے تھے اسرار نہاں کا

پوچھا جو مکاں اُسکا تو بولا کہ وہاں ہے — پہونچے نہ جہاں شک بھی ترے وہم گماں کا

جب وہ گئے دلمیں اسے چھوڑ گئے ہیں — یہ درد نگہباں ہے اس خالی مکاں کا

دل نذر کرو درد کی واجب ہے تواضع
شیدا ذرا سمجھو تو یہ مرسل ہے کہاں کا

توڑ کر الفت غیر آیا ہے قاتل میرا — آج آسان ہوا عقدۂ مشکل میرا

ہاتھا پائی میں شکستہ ہوئے بند محرم — آج آسان ہوا عقدۂ مشکل میرا

زلف مشکیں کی گرہ کھولدی شانے نے ترے — آج آسان ہوا عقدۂ مشکل میرا

صرصرِ شوق نے غنچہ کو کیا گل شبِ وصل — آج آسان ہوا عقدۂ مشکل میرا

آنکی باتوں نے بتائی دہنِ تنگ کی راہ — آج آسان ہوا عقدۂ مشکل میرا

فصل گل میں میرے صیاد نے پر کھولدئے — آج آسان ہوا عقدۂ مشکل میرا

جان رکھتی تھی تری تیغ سے رشتہ کیا صاف
آج آسان ہوا عقدۂ مشکل میرا

گوش مینا سے رولی دور کی میخوار نے
آج آسان ہوا عقدۂ مشکل میرا

آیا دلدار سحر ہوگئی شام فرقت
آج آسان ہوا عقدۂ مشکل میرا

نشۂ مے کا ہے ارشاد کھلیں بند قبا
آج آسان ہوا عقدۂ مشکل میرا

کوئی پردہ نہ شب وصل رہا شیدا ہے
آج آسان ہوا عقدۂ مشکل میرا

دل داغی ہوا اس مہر پہ مائل میرا
بعد ہے جس کے مکاں سے کئی منزل میرا

پھنس گیا زلف گرہ گیر میں دامن میرا
اب گرہ بند ہوا عقدۂ مشکل میرا

آج کل دھوم ہے نالوں کی مری عالم میں
دم بھرا کرتے ہیں گلشن میں عنادل میرا

صدمۂ ہجر ترا یاد تری کچھ نہ سہی
کون بے چین کیا کرتا ہے پھر دل میرا

جانیں جاتی ہیں جہاں کٹتی ہیں عشاق کے سر
وہیں کھینچے لئے جاتا ہے مجھے دل میرا

حلق میں تیغ اترتی نہ تری صورت آب
باڑھ پر اس کے چڑھاتا نہ اگر دل میرا

زلزلہ آئے زمیں پر تو تعجب کیا ہے
کم تڑپنے میں نہیں ہے دل بسمل میرا

ناز و انداز و ادا عشوہ کرشمہ غمزہ
جڑ گئے ہیں سے انہیں چار کے قاتل میرا

لخت دل دیدۂ پر نم کے کنارے ہیں عیاں
قافلہ ٹھہرا ہے آکر سر ساحل میرا

جان لب پر رہی فریاد نہ کی فرقت میں
داد اب بھی نہیں دیتا بت غافل میرا

مثل ہاروت نہ نکلے گا دل اس سے تا حشر
ہو گیا چاہ زنخداں چہ بابل میرا

اس کی سوزش کا یہ ادنیٰ سا نمونہ دیکھو
شمع اک شعلۂ دل ہے سر محفل میرا

بے اثر جذبۂ دل اپنا ہی ٹھہرا شیدا
اُس پہ الزام کا دعویٰ ہوا باطل میرا

ناخدا کشتی کا اپنی ہے وہ سرور اپنا
خضر و الیاس جسے کہتے ہیں رہبر اپنا

ہجر میں ایسا طپاں ہے دل مضطر اپنا
کہ سمجھتا نہیں سیماب کو ہمسر اپنا

دل کسی کی کریں تفویض میں ہم سر اپنا
دلربا تو ہی بتا دے کوئی ہمسر اپنا

قد و رخ و دہن پاک کی لکھتا ہوں ثنا
طوبیٰ اپنا ہے بہشت اپنا ہے کوثر اپنا

ہم سیہ بخت عبادت میں گرتے نہیں
سجدہ کر کر کے مٹاتے ہیں مقدر اپنا

خوف مجھ سے نہ کرو داور محشر کی قسم
میں قیامت میں نہ لیجاؤنگا دفتر اپنا

مکر ہے کچھ کہ حیا ہے جو نظر نیچی ہے
خون چاٹیگا کسی دن یہی خنجر اپنا

واعظا تیرا خدا جانے کبھی آئی کہ نہ آئے
یاں رخ یار سے ہر روز ہے محشر اپنا

ہم نہیں غیر کی قسمت پہ حسد کرتے ہیں
ہم کو بھی پہونچے گا جو کچھ ہے مقدر اپنا

زندگی سے تو رہے موت ہی میں ہم اچھے
لاشہ ہاتھوں پہ لئے جاتا ہی دلبر اپنا

داب سینہ نہ مرا سینے سے اپنے للہ
ڈال شیشہ پہ مرے یار نہ پتھر اپنا

آفریں شیشۂ دل خوں ہوا آنکھ سے کم
مے گلگوں سے لبالب رہا ساغر اپنا

زندگی کٹ گئی ہی باقی رہی تھوڑی سی
شکر ایزد قدم چند رہا گھر اپنا

چاہتی فکر رسا جب ہے بلند آڑ نیکو
طائر سدرہ لگا دیتا ہے شہپر اپنا

شوق ہو دل میں تو قاصد بھی نکل آتے ہیں
خط رسانی کو بنا ڈھیلا کبوتر اپنا

گالیاں دیتے ہیں مجھکو یہی نفرت شیدا

شکر ہے نام تو آجاتا ہے لب پر اپنا

حال مت پوچھو دماغ مجھ سیم زردار کا | فرق نخوت عرش پر ہوتا ہے سرزردار کا

ہر لب زخم جگر کا ہے تبسم یار کا | سلطنت حاصل ہو ہمیں کچھ فکر دستار کا

غرق سرتا پا کیا خون شہادت نے مجھے | سر سے اونچا ہو گیا پانی تیری تلوار کا

جان و دل قربان صفائی پہ تیری شمشیر کے | گود میں سر ہے کوئی یا پھل ہے یہ تلوار کا

کاٹتا ہے وہ سر ہر قدم سے ایک نیا | چال میں بھی اسکی ایک انداز ہے تلوار کا

دیجیے بوسے تو دل حاضر ہے لیجیے جنس کو | نقد سودا ہے مری جنس سر بازار کا

تیر مژگاں کے تصدق سے ہوا ہوں جامہ زیب | یار نے بخشا ہے گویا جامہ سوزن کار کا

اے پری دیوانے کا تیرے کوئی ساتھی نہیں | بھاگتا ہے مجھ سے سایہ تک مری دیوار کا

ایک لقمہ سر دیتے اپنے جان بابت یوں کہا | پیٹ بھر کھانا غذا اچھا نہیں بیمار کا

ہے مرض اسکو تمہارا انتظار چشم میں | ڈھنگ کچھ بگڑا ہوا ہے نرگس بیمار کا

وہ محبت ڈھونڈتا یا بول اٹھیں لفظ انا | یہ سر عاشق ہے گھر بیٹھا ہے مخمل دار کا

اک نظر [illegible] دربان باب کو دیکھ لے
زیست کو کافی ہے قطرہ شربت دیدار کا

ہو گئی مرگ ایک ہی خندہ میں دیکھتے ہی تجکو یار
کیا ہی زہر آمیز تھا شربت تری دیدار کا

تھا تو یہ مشہور اگر دیتا نہ وہ ظالم بتا
موت کو ملتا نشان ہرگز نہ جسم زار کا

بادہ نوشوں کو نہیں نار جہنم سے ہی خوف
لقمہ شیر مرغ ہے دوزخ مرغ آتش خوار کا

خالی کاغذ خط شوق وصل کا بھیجا جواب
یاد کیا کیا ڈھنگ ہے اس شوخ کو انکار کا

بادہ کش مجلس میں کیا رہن رکھ کر مول لیں
خوف ہے اے محتسب مجھکو تری دستار کا

اچھی صورت کا جو خوگر تھا ترے شیدا کا دل
بن گیا رشک پری سایہ تری دیوار کا

خدا جانے وہ شے بے حساب دیتا جا
تو اپنے ہاتھ سے ہر دم شراب دیتا جا

بہت نہ زلف کو تو پیچ و تاب دیتا جا
بس اب بس اور مجھے اضطراب دیتا جا

ہمیں بھی کچھ تو زکوۃ شباب دیتا جا
تو ایک بوسہ بجائے ثواب دیتا جا

دکھا رہا ہے مجھے آئینہ پھر بھی عارض کا
یہ صاف ہی جت خود بیں جواب دیتا جا

تلاش مجھکو ہے مدت سے آب کوثر کی
دہن کا اپنے خدارا لعاب دیتا جا

خدا کے واسطے او بت نہ بن پتھر کا
یہی سوال ہے کچھ تو جواب دیتا جا

نہ عین بزم میں آنکھیں چرا تو اے ساقی
مجھے بھی جام مے شعلہ تاب دیتا جا

برائے کشت امل جوش گریہ کہدو
کہ ابر بہ ساں مدد سیل و آب دیتا جا

شراب کی ہی ہوس چاندنی میں اے ساقی
تو رشک ماہ ہی اب آفتاب دیتا جا

پیالوں سے نہیں ہوتے سیر دریا نوش
برابر آج سبو سے شراب دیتا جا

ہمارے قریب بہت اے فلک تشنہ ہوں
نہ مجھکو آب کے بدلے شراب دیتا جا

نہ روز عید کو میرے بدل شب غم سے
نہ اے فلک مجھے تو انقلاب دیتا جا

ہیوں میں خاک می ہجر ہے بہت زور
جلا کے دلکو تو لے بت کباب دیتا جا

جو بیچسا لیجئے بوسہ ان کے عارض کے
تو ہنس کے کہنے لگے بس حساب دیتا جا

نہیں پسند ہے شیدا کو عیش دنیا کا
تو اے رحیم غم بو تراب دیتا جا

ہمارے گھر میں جو وہ ماہ میہماں ہوتا
تو اس مکاں کو بھی اوج آسماں ہوتا

اثر جو عشق کمر کا ذرا عیاں ہوتا
مکان عاشق شیدا کا لامکاں ہوتا

کبھی تو سن کے وہ فریاد اس طرف آتے
جو دل فراق میں بھی قابل فغاں ہوتا

جہاں میں کوئی نہیں عاشقوں کا اب خواہاں
زمیں ہے سخت نکیوں دور آسماں ہوتا

مزے اوڑاتے کو وصل صنم کے یا اللہ
زمیں وہ ہوتی کہ جس پر نہ آسماں ہوتا

جو تم نہ آتے شب ماہ میں تو بتلاؤ
ہمارے عیش کا ساماں یہ کہاں ہوتا

ہمارے در پے آزار ہے یہ ظلم شعار
فلک پہ آکے گرا کوئی آسماں ہوتا

چمن میں دیکھکے ہوتی ہیں بلبلیں شیدا
تری روش سے میں کیونکر نہ بدگماں ہوتا

غریق لجۂ وغم ہیں دل و جگر اپنے
جو انکی چاہ نہ کرتے نہ یہ زیاں ہوتا

تمہارے عشق میں ہم آپ مٹا بیٹھے
مٹے ہوؤں کا بھلا خاک اب نشاں ہوتا

بلند مرتبہ میں ہے یہ چرخ چارم سے
ترے مکاں کا نکیوں ہمزباں ہوتا

جو تو چمن میں نہ جاتا نہ کوئی گل کھلتا
ہر ایک سمت نہ یہ شور بلبلاں ہوتا

خدا نے خیر کی گیسوؤں میں نہیں پھنسا
وگرنہ حشر تلک اے دل وبال جاں ہوتا

رہے ہیں آپکی بغل شب کو ضرور
ملا دلا بدن صاف ہی عیاں ہوتا

جو تیرے کوچے سے جاتی صبا نہ لیکے ہوا
ہرا بھرا نہ کبھی گلشن جناں ہوتا

رہا نہ قیس نہ فرہاد اس زمانے میں
جنوں میں کیجئے مرا کس سے امتحاں ہوتا

اجل کو بھی نہیں بستر پہ ایک دم ملتا
تری کمر کی طرح سے جو بے نشاں ہوتا

قتیل ناز و ادا کو کرشمہ ہوں اے چرخ
مرا سہارا ہے پر اب قبر کا مکاں ہوتا

بہار ابر و سے جام ہوتے ہم اور یار
چمن میں کوئی نہ گلچیں نہ باغباں ہوتا

وصال ساقی گلفام میں تمنا تھی
شراب صاف کا بھی رنگ ارغواں ہوتا

نہ رنج ہوتے کچھ آسیب حشر کے پیدا
جو عشق مرشد کامل کا حرز جاں ہوتا

کیوں مجھکو دکھاتے ہو تعارف کا تماشا
دیکھو گے پس مرگ تاسف کا تماشا

رقص دل بسمل تو کچھ اس بت کو دکھایا
پر ہو نہ سکا کوئی تکلف کا تماشا

بولے وہ یہ جھنجلا کے مری سختی جاں پر
ہم تجھکو دکھادینگے توقف کا تماشا

تڑپا میں تو اک وار میں ٹھنڈا مجھے کرکے
کہتے ہیں یہ ہے دیکھ توقف کا تماشا

پہلی ہی سی ہوگی مری حالت جو نہ آئے
دیکھا نہیں کیا اپنے توقف کا تماشا

تیغ نظر تیز سے کب تک مرے تو
ہم کو بھی دکھا اپنے توقف کا تماشا

بے آئے مری جان گئی ہجر میں تیرے
دیکھا کہ نہیں اب بھی توقف کا تماشا

کی آنے میں تاخیر تو پھر نزع ہے اور ہم
پہلے بھی تو دیکھا ہے توقف کا تماشا

رہ رہنگے گلا گھونٹتے ہیں غصہ میں آکر
اب دیکھے تری جان توقف کا تماشا

جانکندنی میں تو تو مجھے دیکھ رہا ہے
کیا دیکھے گا اور اپنے توقف کا تماشا

جو کچھ ترے عاشق نے ترے ہجر میں دیکھا
دیکھے کوئی ایسا نہ توقف کا تماشا

ہے وصل سے کچھ لطف سوا منتظری میں
کیوں دیکھیں نہ ہم انکے توقف کا تماشا

سینہ سے لگا لیتے ہیں ہم دیکھ کر ان کو
کیا چیز ہے دنیا میں تعارف کا تماشا

دل دیکے جو اپنا تجھے دلبر کیا بے مثل
یہ دیکھ لے عاشق کے تصرف کا تماشا

چلتی تو ہے کیا پھیر دو جو خنجر بھی گلے پر
ہم سانس نہ لیں دیکھو گے کیا اُف کا تماشا

اک بار زلیخا کو دکھا دے کوئی لا کر
ہے مصر کے بازار میں یوسف کا تماشا

شیدا غم آلائش دنیا سے نکلکر
کچھ دن تو بھلا دیکھ تصوف کا تماشا

جب نا آشنا اپنا اگر تو ہو نہیں سکتا
ہر اک درد جگر سے بند آنسو ہو نہیں سکتا

الگ تو مجھ سے میں تجھ سے پرے ہو ہو نہیں سکتا
جدا پہلو سے دل اور دل سے پہلو ہو نہیں سکتا

اثر کیا طالبان مصحف رخ پر ہوا انکا
ہویدا ہے کہ قرآں خواں پہ جادو ہو نہیں سکتا

مسخر کر لئے دل سینکڑوں شیریں کلامی نے
تری باتوں سے بڑھکر کوئی جادو ہو نہیں سکتا

ترا وہ حسن روز افزوں ہے چشمان مبصر میں
قمر کیا شمس بھی ہمسنگ ترازو ہو نہیں سکتا

بغیر از وصل پاتا فتح فوج غم یہ مشکل ہے
کہ کار سخت بے زور بازو ہو نہیں سکتا

عجب کیا ہر کس و ناکس سے ملتا ہے وہ متلون
مزاج طفل ناداں گاہ یکسو ہو نہیں سکتا

یہ جی میں تھا ترے کوچے میں اے ظالم نہ آؤں میں
مگر مجبور ہوں دل پر تو قابو ہو نہیں سکتا

عبث شکوہ ہے اس پیماں شکن سے نقض پیماں کا
جو بدخو ہے نصیحت سے وہ خوش خو ہو نہیں سکتا

ستم ہے تل جائیں تیری اک نظر میں تو اگر چاہے
دل و جاں میں ترا ناوک کیا ترازو ہو نہیں سکتا

عدم تک جا کے پہنچے موشگافی معما کی
مگر وصف کمر تیرا سر مو ہو نہیں سکتا

اثر ہو صحبت صافی دلاں کا زاہد پر کیا
کہ قربت سے گلو کی خار خوشبو ہو نہیں سکتا

ادا ہوگا نہ کعبہ میں بھی ہرگز سجدہ عاشق
جو محراب عبادت طاق ابرو ہو نہیں سکتا

طبیعت جب سے الجھی زلف میں آشفتہ رہتی ہیں
پریشانوں سے تیرے وصف گیسو ہو نہیں سکتا

مریض ہجر سے کانوں پہ عیسیٰ ہاتھ دھرتے ہیں
معالج درد کا اپنے ارسطو ہو نہیں سکتا

مرے ایماں میں زلف و رخ نے ایسا رخنہ ڈالا ہے
مسلماں ہو نہیں سکتا ہوں ہندو ہو نہیں سکتا

جو فن شاعری ہے سب فنوں سے سخت مشکل ہے
وگرنہ کس میں ہیں ما و تو تو ہو نہیں سکتا

جو اے شید تجھے کم مایہ کم مایہ کہیں کیا غم
تری گویائی پر دشمن کو قابو ہو نہیں سکتا

پڑا ہے عکس جب اس مہ جبیں کے روئے روشن کا
بنا ہے سنگ بد فن سنگ موسیٰ پیکر بدن کا

ڈریں محشر سے کیوں پکڑا ہی گوشہ اسکے دامن کا
زمیں سے عرش تک شہرہ ہے جس ہادی کے توسن کا

ہوا سیر لئے آئے اگر ان سبزہ رنگوں کی
بنے چتر زمرد پتہ پتہ میرے گلشن کا

اڑاہٹ انکی مسی کی نہیں ہے سرخی پاں نہیں
مگر لالے کے پہلو میں کھلا ہی تختہ سوسن کا

لگے سے پھوٹ نکلی ہی یہ سرخی پان کی کیونکر
لیا گردن پہ اپنی خون تمنے کس کی گردن کا

دو روزہ زیست پہ تکیہ عبث ہی دار فانی میں
بشر کو چاہئے ساماں کرنا اصل مسکن کا

خیال ایسا رہیں مجنوں کا اپنے رہا ہر دم
پتا ہر شخص سے پوچھا کئے ہم نجد کے بن کا

کئے وار استقدر قاتل نے اپنی دست نازک سے
کہ او تو ہو گیا فصل خدا سے جامہ تن کا

نہ سلجھاتے نہ پھنستے ہم خطا کیا زلف پیچاں کی
بنایا آپ ہی پھندا یہ ہمنے اپنی گردن کا

ہماری گریہ وزاری پہ انکو کیوں نہ رحم آئے
پگھلکر موم ہو جاتا ہے جب دل سنگ و آہن کا

جوانی میں ہوئے ہیں کیا تمہیں کو دیکھکر عاشق
نظارہ اچھی صورت کا ہی کھیل لڑکپن کا

جو شوق سیر باراں ہو تو دیکھو میری آنکھوں کو
کہ دونوں میں مزا آتا ہے بھادوں اور ساون کا

پریشاں جب حواس اپنے ہوئے کیا ہو بندش مضموں
کھلا ہے آج کل شیرازہ دیوان مدون کا

بچوں کیا اس گردش سے رہوں آرام سے کیونکر
جفا و ظلم پیشہ ہو گیا ہے چرخ بد ظن کا

لگائی آگ جب سے سوز ہجر یار جانی نے
دل سوزاں نمونہ بن گیا آتشکدے گلخن کا

دکھایا اک طلسم تازہ حسن یار نے ہم کو
بنایا شیخ کو بت کفر توڑا ہے برہمن کا

تری چوکھٹ پہ یا ہر اک قدم رکھنا بھی مشکل ہے
کہ ہوتا ہے دم رفتار ہر اک پاؤں سو سو من کا

بلا میں ڈالدیگا دل کسی دن ملکے گیسو سے
نہیں لازم سمجھنا دوست تجھ جو دی سا دشمن کا

گوندھیں باف زلفیں نظر آتی ہیں آج انکی
ملا یہ جفت ابلق بعد مدت ہم کو ناگن کا

چمکتے ہیں جو گوہر اس بت کافر کے گیسو میں
شب دیجور میں تا ہے دہوکا سانپ کے من کا

ترے ہر شعر کا مضموں نرالا کیوں نہو شیدا
ملا ہے تجکو وہ استاد جو کامل ہے اس فن کا

عشق میں آپکے مجبیر کہو کیا کیا نہوا
کون ہے وہ جو کہ مرے خون کا پیاسا نہوا

مثل فرہاد نہ کیا کوہ کنی کی میں نے
یا کہ میں قیس نمط بادیہ پیما نہوا

ساقی و دختر رز جام و طرب ہیں موجود
حیف صد حیف کہ وہ انجمن آرا نہوا

تیاری زلف دوتا جو ہوا تیرا اس کو
کسی گیسو کے گرہ گیر کا سودا نہوا

سیکڑوں بار کہا کلمۂ قم عیسی نے
نہوا زندہ تری چشم کا مارا نہوا

غیر کے حال پہ اکثر وہ کرم کرتا ہے
پر مری قدر کا وہ شوخ شناسا نہوا

اے گل باغ جوانی چمن دہر میں ہاں
کوئی شیدا سا ترا چاہنے والا نہوا

کہیں گھر سے تو او بت کبھی باہر نہیں ہوتا
ہم کو جو ترا دیدہ میسر نہیں ہوتا

سے ماہ کو کیا تاب ہو عارض کے مقابل
ہمسر کف پا مہر منور نہیں ہوتا

میخواروں میں آتا ہے تو اے محتسب اکثر
عزت کا بھی اپنی تجھے کچھ ڈر نہیں ہوتا

آتے ہیں وہ جب گھر میں مگر کیا ہوں افسوس
شیشہ نہیں ہوتا کبھی ساغر نہیں ہوتا

لکھتا بھی کبھی ہوں جو میں اس شوخ کو نامہ
لیجانے کو قسمت سے کبوتر نہیں ہوتا

دیدار رخ یار بھی گو آئینہ بتا ہے
پر وہ ہے کہ جس سے کہ تشفی نہیں ہوتا

تمار عشق تیری یہ سب لاف زنی ہے
فرہاد کے تو ہے کہ کوئی تیشہ [illegible] ہوتا

ہووے جو کوئی جام مئے عشق سے مخمور | واللہ کہ وہ خائف محشر نہیں ہوتا

گر اُنسے کہا جاکے کسی نے ترا شیدا
مرتا ہے کہا جھوٹھ ہے باور نہیں ہوتا

گیسوے یار نے ہمیں مارا | اس شب تار نے ہمیں مارا
قتل پر میرے مستعد ہیں رقیب | آپ کے پیار نے ہمیں مارا
نرہا اک جگر میں قطرہ خوں | چشم خونبار نے ہمیں مارا
تیر زخموں سے انکا شہرہ ہے عیاں | اسی اظہار نے ہمیں مارا
ملتے ہی آنکھ دل ہوا گھایل | شوق دیدار نے ہمیں مارا
ذکر اغیار کرتے ہیں ہنس ہنس | انکی گفتار نے ہمیں مارا
بوسہ مانگا کیا اشارہ کہ لو | انکے اقرار نے ہمیں مارا
ایک یوسف ہے مشتری لاکھوں | گرم بازار نے ہمیں مارا
آیکے گرد آکے ہمسے | بت عیار نے ہمیں مارا

کہہ مسلماں بنے گئے ہندو
زلف رخسار نے ہمیں مارا

اُن کو مد نظر ہے خود بینی
آئینہ دار نے ہمیں مارا

یاد دنداں میں اشک تھے میں رواں
دُر شہوار نے ہمیں مارا

قبر میں بھی لگی نہ آنکھ کبھی
چشم بیدار نے ہمیں مارا

کبک کو جسنے چال سکھلائی
اُسکی رفتار نے ہمیں مارا

وہی آکر جلائے گا شیدا
جس ستمگار نے ہمیں مارا

گر عیاں پردہ سے وہ رشک قمر ہو جائیگا
پارہ پارہ جوں کتاں اپنا جگر ہو جائیگا

آئینہ اُن کو اگر مد نظر ہو جائے گا
رونمائی میں فدا ہر سیمبر ہو جائیگا

ایک بھی نعرہ سوئے افلاک گر ہو جائیگا
آسماں تا ذہن زیر و زبر ہو جائیگا

گر اُٹھا دیوینگے زلف تار کو چہرے سے
رات میں کیا کیا ہی وقت سحر ہو جائیگا

چھیڑ مت رندونکو اے واعظ خدا کیواسطے
گر بگڑ بیٹھیں گے برپا شور و شر ہو جائیگا

نظر بد سے رہے دور یہ جلسہ اپنا

آہ و غم درد و الم نالہ و افغاں نکلا
تجھ میں کیا کیا دل بیتاب نہ پنہاں نکلا

تیرا مجنوں جو کبھی چاک گریباں نکلا
پھاڑ کر قید وہیں وحشت کا داماں نکلا

بعد مدت در عاشق پہ کرم فرمایا
آج کس سمت سے خورشید درخشاں نکلا

جذبۂ دل نے پس از مرگ کشش دکھلائی
فاتحہ کے لئے گھر سے وہ پریشاں نکلا

ہے نہیں سبزۂ خط یار کے رخسار وذقن
بیگماں تختۂ نسریں سے ہی ریحاں نکلا

ہوگا محشر میں یہ انصاف خدا کے آگے
لے بتو تم سے نہ اپنا کبھی ارماں نکلا

دُرِّ ناسفتہ پرویا کیا ہیں سلک بسلک
پر نہ مضموں تناسب دُرِ دنداں نکلا

دل میں کھٹکا کیا تا عمر مرے تیر فرد
زندگی بھر نہ یہ پیکانِ خلش جاں نکلا

سرمہ بے طرح لگایا ہے خدا خیر کرے
کیوں ستمگار لئے تیغ کو عریاں نکلا

ایک بوسہ کے لئے خون رلایا برسوں
لعل لب سے ترے میسر نہ کبھی ہاں نکلا

قیدی زلف معنبر شب تنہائی میں
وضع آزاد صنم توڑ کے زنداں نکلا

بیخودی جوش جنوں وحشت و صحرا گردی
مرض عشق کا ڈھونڈھا ہی درماں نکلا

ستم ایجاد کے پھندے میں پھنسایا دل نے
دوست سمجھے تھے جسے جان کا خواہاں نکلا

سرو و شمشاد رہے حیران کھڑے گلشن میں
قامت آثار قیامت جو خراماں نکلا

عشق کے رتبہ میں دل نے سکا ہے شیدا
جس کو کج فہم سمجھتے تھے سخنداں نکلا

یہ قوس ایک نمونہ ہے کج ادائی کا
شفق ہے عکس فلک پر کف حنائی کا

نہیں فلک پہ یہ ہیں اختر و مہ و خورشید
ہر ایک ستارہ ہے یہ آنکھ تیری پائی کا

جو پہنی کرتی ہے اس گل نے سبز اطلس کی
گمان چشمۂ شفاف میں ہے کائی کا

کبھی جِلا ہیں گاہے وہ قتل کرتے ہیں
بتوں کے ہاتھ میں سامان ہے خدائی کا

نہ شان دختر رز میں ہو محتسب گستاخ
یہ برقع کس لئے پہنا ہے بے حیائی کا

جو اپنے ہاتھ سے بھر بھر پلائے وہ مہ تو
تو حال واضح ہو زاہد کی پارسائی کا

ختن میں زلف معنبر کی بو جو جا پہنچی
ہر ایک نافہ ہے کاسہ بنا گدائی کا

خاک سے جلے سکے رتبہ کو ملا دیوینگا
سر سے آنکھوں میں لگا کر جو سکندر نکلا

لب اردی کا نہ موسیٰ کو رہا کچھ دعویٰ
گوہر افشاں جو مقابل وہ سخنور نکلا

تیرے مقتول نے پانی بھی بلایا آخر
آبداری کا تیری تیغ میں جوہر نکلا

دام گیسو سے چھٹا چاہ زنخداں میں گرا
دل کبھی عشق کے پھندے سے نہ باہر نکلا

بوستاں پر جو چلی صبا آتی بہار لیے
رشک گلشن کے جو گل وہ بدر نہ سکر نکلا

نہ مضطرب تشنہ لبی سے ہو شیدا اتنا
دیکھ قسمت سے تری ساقیِ کوثر نکلا

وہ ملک دل کا سلطان آباد ہوا ایسا
سے خانماں میں ویراں برباد ہوا ایسا

پھر آ کے گھیر آیا مالک عدم سے یہ غم
یکدم نہ ساتھ چھوڑا ہمزاد ہو تو ایسا

تیغ نگہ سے آ کے کیا کیا کٹے ہیں بسمل
محشر فلک نے چھپی جلاد ہو تو ایسا

نخچیر دل وہ نہ بولے عاشق کی ہنا ہیں
کہو سے گھرے کو پھڑکتا تھا دو ہوا تو ایسا

نشتر مژہ کا دل میں ایسا چبھو دیا ہے
رگ رگ سے خوں ہے جاری فصاد ہو تو ایسا

دانہ ہے رنگ گندم اور دام گیسو انکا
دل صید ہیں ہزاروں صیاد ہو تو ایسا

بت کو بغل میں لیکر آگے گیا خدا کے
بے باک ہو تو ایسا آزاد ہو تو ایسا

عاشق ہیں منتظر یاں دینے کو جان اپنی
کچھ بھی اشارہ پاویں ارشاد ہو تو ایسا

میری غزل کو سنکر ہے وجد شاعرونکو
کہتے ہیں واہ شیدا استاد ہو تو ایسا

ردیف بائے تازی

دیکھیں بغل میں اپنے مہ خوشجمال کب
چمکے فلک پہ اختر نیک و فصال کب

ہے روئے یار سے نہیں بہتر ہلال کب
خوش باکمال ہو کوئی بے کمال کب

شہرت جہاں میں پا کر یوں چال کے
ہے دوستو بلند صدائے سفال کب

ایک بوسے سے نہ ہو گی کمی گنج حسن میں
جائز ہے مالدار کو رد سوال کب

ہم غیر تو نہیں ہیں جو مونھ سے لگ رہیں
بوسے پہ پیار دے کبھی بے قیل و قال کب

گالی نہ دو جو بوسے نہیں دیتے ہو ندو
اس تلخ وش پہ میری بگڑتی ہے رال کب

گھر میں رقیب اپنی جو چھپا ہیں کہیں مجھے
بولے زباں جو موںھ سے نکلکر مجال کب

ان ننکیوں سے اب آیا ہے دم ناک میں مرا
ایسے تمھاری ناک کے تھے غیر بال کب

جو بے ادب ہیں خم نہیں کرتے سر نیاز
جھکتی ہے بے ثمر کوئی شاخ نہال کب

لاکھوں پڑے ہیں مردے ہیں اسی انتظار میں
دکھلائینگے حضور قیامت کی چال کب

رہتے ہیں آپ خنجر رفتار سے ہرے
ہوں خشک میرے زخم دل پائمال کب

عشق بتاں میں یاد خدا محو ہو گئی
فکر معاش میں ہے رہے فکر مآل کب

ہوتی اگر نہ نشۂ وحدت کی آمیزش
ساقی تری شراب مجھے تھی حلال کب

حق حق کا نعرہ قلقل مینا میں گر نہ ہو
بیت الحرام دلمیں بنے مے حلال کب

ہوتا کنایۃً نہ اگر حکم مے خوری
دل کو بناتا جام حق ذو الجلال کب

پنہاں لگاتے آگ ہیں یہ دلمیں سنگدل
قہر بتاں ہو سرد مرے ذو الجلال کب

کہنی نہ کہنی آپنے شیدا کو سب کہی
لیکن تمھاری باتوں سے آیا ملال کب

یہ نجائے خانۂ گل چاہئے تجھکو لحاظ
تیرے رونے سے رواں ہے بحر قلزم عندلیب

حیف ہے کیسی شراب بیخودی اے گل پلا
کر گئی باغ جہاں سے یک بیک رم عندلیب

پھر گلگشت چمن آئے اگر وہ گلعذار
ہو جوانان چمن پر غش کا عالم عندلیب

تو ہے مفتوں گل پہ ہیں شیدا گل رخسار پر
ہو نہ کیونکر مجھ میں تجھ میں ربط باہم عندلیب

ردیف باے فارسی

لازم ہے کہ ہو زق زق و بق بق سے بشر چپ
سنتے ہیں کہ فریاد کا رکھتی ہے اثر چپ

ممکن ہے کہ آواز پر تیر نہ نکلے
آتا ہے نشانے پہ ترا تیر نظر چپ

عاشق کو جو ہو ضبط تو معشوق ہو عاشق
اشجار محبت میں لگاتی ہے ثمر چپ

سکتے ہیں جو وصف اُس لب و دنداں کی ہنسی میں
معدن میں تو ہے لعل اور صدف میں ہے گہر چپ

چپ کا مری ہوتا ہے ہر اک بزم میں چرچا
فریاد جو کرتا ہوں تو ہوتے ہیں بشر چپ

بولیں یہ پھر رات آئے جو شب وصل
صبح شب فرقت ہو مرغان سحر چپ

وصفِ دہنِ یار نے یہ نطق کیا بند
ہر برگ ہی مانند زباں پر ہیں شجر چپ

یہ پیچ ہیں ہے سدِّ رہِ وصف سراپا
جرأت بھی جو کرتا ہوں تو کہتی ہے کمر چپ

ہو جاتے ہیں خاموش جو کہتا ہوں غم و درد
خود چھیڑتے ہیں آکے میں ہوتا ہوں اگر چپ

وہ مہر لقا صبح کو آیا جو مرے گھر
راہی ہوا مغرب کو لیے پاؤں قمر چپ

یاد آئے جو حالاتِ شبِ وصل سحر کو
سکتے میں اِدھر ہیں جو ہوا یار اُدھر چپ

یارب میں دعا مانگنے سے باز رہتا
تھک جائے زباں منہ میں تو ہو کیوں نہ بشر چپ

انساں کی زباں وجہ زیاں ہوتی ہے اکثر
اس واسطے مجھ کو ہوئی منظورِ نظر چپ

آواز کو سن حسن کے مری رات تو کٹتی
گھڑیال شبِ ہجر رہے چار پہر چپ

شکوہ ہے عبث قدر کسی کی نہیں شیدا
دیکھو وہ زمانہ ہے کہ ہیں اہلِ ہنر چپ

آج کیوں بہنے لگے دیدۂ تر آپ سے آپ
کھل گیا کوئی مگر زخمِ جگر آپ سے آپ

تم ہنسو غیر سے ہم رشک سے جل جل کے مریں
کیا خطا میری اُٹھا سینہ شرر آپ سے آپ

آنکھ در پر سے مجھے ٹکرانے دو تم عمر بھر
لو تو شب دیکھی ہیں کیونکر نہ سحر آپ سے آپ

اس پری کو جو خط شوق کبھی لکھا لیا
نامہ بر بن کے نکل آتے ہیں پر آپ سے آپ

ہر سبب کے لئے دنیا میں سبب ہے کوئی
ہوتے ہیں باعث سامان اثر آپ سے آپ

مثل اطفال توکل ہو کسے رازق پر
سینہ زن ہیں نہ ہو شیر اگر آپ سے آپ

بعد تکلیف کے خود ملتی ہے راحت بھی ضرور
کونسی شب ہے نہ ہو جسکی سحر آپ سے آپ

اثر گرمی و سردی نہیں باقی ہے یہاں
ہو گئے خاک سپند و جگر آپ سے آپ

تخم الفت نہیں عشاق کا ضائع ہوگا
ہو رہیگا کبھی پیدا بھی شجر آپ سے آپ

کعبہ رخ نے بنایا ہے اسے قبلہ نما
مونھ کی جانب ترے پھرتی ہے نظر آپ سے آپ

فعل عشاق جو معشوقوں کو ہوتے ہیں پسند
عیب ہو جاتے ہیں سب آپکے ہنر آپ سے آپ

ہجر میں تیرے ہوئے شام کی شکل ماتم
ہو گیا چاک گریبان سحر آپ سے آپ

ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے پہونچی یہ ہماری نوبت
خود ہی گم ہو گئے ہم مثل کمر آپ سے آپ

پھرتا رہتا ہے خیال اپنا پس یار مدام
گھر میں بیٹھے ہیں ہوتا ہے سفر آپ سے آپ

لاگ الفت کی بھی کیا کل ہے چھپائیں شیدا
دل کو پہونچاتی ہے جو دلکی خبر آپ سے آپ

ردیف تاے فوقانی

آئی ہے لطف سے اس سال میں پیاری برسات
عیش سے وصل میں کٹتی ہے ہماری برسات

فرقت یار میں اصلا نہیں پیاری برسات
مجکو اس سال ہے ہونا یکی کٹاری برسات

تم نہ آئے کبھی گھر میں مرے ساری برسات
ہم نے اسواسطے رو رو کے گزاری برسات

چشم گریاں نے ہماری جو اٹھایا طوفاں
پانی پانی ہوئی اس بیچ بیچاری برسات

کیوں نہو ابر سیہ پر ہمیں بوتل کا گماں
لائی ہے نشہ میں اک رنگ ہماری برسات

کشتی عمر نہ بہہ جائے کہیں طوفاں میں
جوش پر رہتی ہے اشکوں سے ہماری برسات

سرخ بارش میں جو پہنا ہے غضب کا جوڑا
خون کس کس کا کریگی یہ تمہاری برسات

کاٹے کٹتی نہیں ساون کی اندھیری راتیں
سخت پتھر کی طرح ہے مجھے بھاری برسات

آنکھیں اس فصل میں رونے سے اگر باز آئیں
زار ہو کر نہ کرے گریہ و زاری برسات

جوشش اشک کے طوفاں سے فلک نالاں ہے
دیکھ لے ابر ذرا آکے ہماری برسات

ایک مدت سے مجھے چاہئے ساقی
صحن گلزار شراب ابر بہاری برسات

چار سو روکے ہے یہ چار مہینے پیہم
صدمۂ ہجر میں ہے جان سے بھاری برسات

روبرو دیدۂ خونبار کے اپنے شیدا
ابر کیا چیز ہے یہ کیا ہے بچاری برسات

ردیف تائے ہندی

تو اپنے چہرہ سے اے جان جاں نقاب الٹ
دکھا دے چاند سا مونھ پردۂ حجاب الٹ

وہ چشم مست یہ کہتی ہے نیچی نظروں سے
کہ بہہ گیا ہے کوئی ساغر شراب الٹ

نہیں ہے ناف عیاں شکم صفا میں اسکے
کوئی حباب گیا ہے بر سطح آب الٹ

الٰہی خیر نہ معلوم کیا پڑے افتاد
نہ قاصد آیا نہ خط کا ملے جواب الٹ

عبث ہی طنز ترا میکشوں پہ اے منکر
رہ ثواب کو کہتا ہے تو عذاب الٹ

ق

بطون سے بھی آگاہ ہے تو ظاہر بیں
نزول رحمت حق ہو جو دے شراب الٹ

زکوٰۃ حسن کی دے تا مان شیدا کی
گیا ہوا نہ پھر آئیگا یہ شباب الٹ

ردیف جیم

دل عشق زلف میں جو ہوا مبتلا اوج
نکلے ہیں فکر میں مرے بال ہما اوج

لازم فروتنی ہے بشر کو جو پائے اوج
سایہ زمیں پہ شاخ شجر پر سمائے اوج

نخوت پسند دہر میں مٹتے ہیں زود تر
جیوں باد گرد جمیں سمائے ہولے اوج

ارض و سما کے بیچ میں کیا خواہش عروج
ایک روز سب کو پہنچیگی یہ آسیائے اوج

نیچا سخنوران جہاں کو دکھا دیا
شیدا مری زباں نے کیا کیا دکھائے اوج

توڑ دیں خم کو سبو کو پھوڑ دیں پیمانہ آج
دیکھیں محفل میں جو تیری ساقیا بیگانہ آج

دیکھ پایا اسنے شاید جلوہ جانانہ آج
رقص بسمل کا تماشا ہے دل دیوانہ آج

یا شراب وصل سے کر دے مجھے مستانہ آج
یا لبالب کر دے میری عمر کا پیمانہ آج

وعدہ کیا ہے یار نے آنیکا لے اجل
کوئی دم اور اسکے لئے انتظار کھینچ

مہندی کیواسطے انہیں درکار تھا مگر
سب لیگیا ہے خون بدن انتظار کھینچ

میں نے کہا کب آؤ گے بولے کہ خیر ہے
دو چار سال تک تو مرا انتظار کھینچ

دعوی تو ہے بڑا تجھے نقاش چین مگر
گویا ثبوت ہیں کوئی تصویر یار کھینچ

تیر نظر ہے دل میں جان کی طرح
اس رشتۂ نفس کو نہ سینے سے یار کھینچ

بعد وصال دونگا مصور میں نقد جاں
تصویر یار ابھی تو مجھ سے ادھار کھینچ

سوئینگے کیسے حشر کی باقی ابھی ہے دیر لیٹ
آرام جاں ابھی سے نہ سوئے مزار کھینچ

رو رو کے ہوتی ہے مری آرام میں خلل
بالیں سے میرے لیجئے شمع مزار کھینچ

بلوائیے ان کو حسرتیں دل کی نکالنا
ملتی جو ایک شب کو مجھے مستعار کھینچ

گیسو کو دھو کے شیشۂ دل میں نچوڑئیے
سارا یہ عطر عنبر و مشک تتار کھینچ

کچھ بھی تو آپ کو مرے دل کی طرح گھٹا
بس طول اسقدر نہ شب انتظار کھینچ

پھر جو حواس خمسہ بجا ہوں تو بول اٹھوں
آتے ہوئے ستار کے یہ پانچوں تار کھینچ

کشتی مری گراں ہے تو رحمت سے مرشدا
اس بحر بے کنارے سے دے اسکو پار کھینچ

شیدا ترا نہ قبر سے اٹھ جائے گا کہیں
اے بدگمان چھاتی سے سنگ مزار کھینچ

ردیف حاے

جب لکھا وصف تری زلف کا سودا کیطرح
کلک بالیدہ ہوا ہاتھ میں طوبی کیطرح

بو میں ہے زلف تری عنبر سارا کی طرح
آبداری میں ہیں دندان در یکتا کیطرح

قتل عاشق پہ کمر باندھنا دھوکا ہے فقط
واں تو کچھ بھی نظر آتا نہیں عنقا کیطرح

مجھسے چھپکر کے رقیب آنسے ملینگے کیونکر
ہیں جدا انسے نہ ہونگا کبھی سایا کیطرح

اک نہ اک روز بلا وجہ مری جان لیگیا
روٹھنا آپ کا یہ رنجش بیجا کیطرح

اشک گلگوں نہ ٹپکنے دئے فرقت میں ہے
آنکھوں میں پی گئے ہم ساغر صہبا کیطرح

خندہ رونے پہ مرا لاسے نہ طوفان کہیں
نالوں سے دل مرا پر آب ہے دریا کیطرح

جلوہ کا یار سے ہر دم ہے دل اپنا پر نور
پھر نہوا لے نہیں طور کے موسی کیطرح

سیکڑوں مردوں کو ٹھوکر سے جلایا اونے | گزرا جب قبر پہ عاشق کی وہ عیسیٰ کیطرح
سرو شمشاد بھی دیکھ لئے گلشن میں | کوئی بوٹا نہیں تیرے قد بالا کیطرح
ہو گیا خط کے اثر سے ترا مصحف رخ | عاشقوں کے لئے قرآن محشی کیطرح
پاؤ گے عاشق جانباز نہ اے یوسف حسن | ہو گئے جب تک نہ خریدار زلیخا کیطرح

نالۂ دل نے اثر اپنا دکھایا آخر
آج مضطر نظر آتے ہیں شہدا کیطرح

ردیف خاے معجمہ

خلد بریں تو ہی رخ رشک چمن کی شاخ | کیا ہی عجب عدم بھی اگر ہو دہن کی شاخ
مفہوم ہر سخن کا ہی بیشک سخن کی شاخ | باتیں بھی ان لبونکی ہیں گو یا دہن کی شاخ
باغ جہاں میں کیا ہو نہال امید سبز | ہر نخل آرزو میں لگی ہے محن کی شاخ
آئی ہے بڑھ کے زلف جو سینہ پہ یار کے | دریاے گنگ میں ملی آکر جمن کی شاخ
بنکر ہلال جھکی فلک بر کلاہ کج | نکلی کہاں سے جا کے ترے بانکپن کی شاخ

دنیا میں حق نے بندوں کو نعمت دی خُلد کی ‏ — ‏ سینے میں ماں کے نکلی ہے دولن کی شاخ

رخسار آتشیں سے تو جلتا تھا دل میں ‏ — ‏ خط نے لگادی شعلۂ زن پیرہن کی شاخ

دنیا سے جاتا کون حسینوں کو چھوڑ کر ‏ — ‏ ہوتی جو نخل دل میں نہ حب وطن کی شاخ

آنکھوں کی سرد مہری سے سینہ میں درد ہے ‏ — ‏ گھسکر پلانا دوستو مجھکو ہرن کی شاخ

لیل و نہار دیتی ہے عاشق کو گردشیں ‏ — ‏ تیری گلی بھی ہے کوئی چرخ کہن کی شاخ

دانتوں کے پاس لعل لب یار سے کھلا ‏ — ‏ یاقوت بنکے نکلی ہے دُرِ عدن کی شاخ

زخم دل و جگر ہیں ثمر ہر شجاع کے ‏ — ‏ ہیں معرکے میں نیزہ و شمشیر زن کی شاخ

ثابت ہوا یہ سرمہ دنبالہ دار سے ‏ — ‏ چشم سیہ ہرن ہے تو یہ ہے ہرن کی شاخ

چھوٹی لہو کی دہار تو چلائے سب پہاڑ ‏ — ‏ تیشے سے پھوٹ نکلی سر کوہکن کی شاخ

خوشبو سے اور چشم کی قربت سے کھلگیا ‏ — ‏ ہے زلف یار آہوی دشت ختن کی شاخ

علت سے عشق کی نہیں خالی کوئی بشر ‏ — ‏ لیلیٰ کی قیس ہے تو نل ہے دمن کی شاخ

باد بہار ہوں گل مضمون کے واسطے ‏ — ‏ سرسبز اپنی دم سے ہے باغ سخن کی شاخ

تم ہو قتیل خنجر عریان یار کے
شیدا و اپنے ساتھ لگانا کفن کی شاخ

ردیف راے مہملہ

گھیرتی ہیں مجھکو داغ عشق پریاں دیکھکر / جن مسخر ہوتے ہیں نقش سلیماں دیکھکر

ہم کہاں سے لائیں کوئی سخت سی جاں دیکھکر / مشق کو لایا ہے قاتل تیغ براں دیکھکر

عہد طفلی سے جو تھی مائل طبیعت حسن پہ / میں مچل جاتا تھا مٹی کی بھی پریاں دیکھکر

صحبت ہمجنس ہے مرغوب سب مخلوق کو / حسن میں کیونکر نہ ٹھیریں بلبلیں ریحاں دیکھکر

میری گردش ہی جو اسکی کامیابی کا سبب / رقص کرتا ہے مجھے گردوں گرداں دیکھکر

اے مسیحا موت نے آکر کیا میرا علاج / زیست جب نافر ہوئی بیمار ہجراں دیکھکر

جبر سے لیتا ہی کب وہ کافر زاہد فریب / خود بخود دیتے ہیں دل اپنا مسلماں دیکھکر

میرے سینے میں وہ دل آیا کہ سب جن و ملک / چھوڑ بیٹھے خون سے محو حسیناں دیکھکر

سبزۂ بیگانہ پر بھی رحم کر اے باغباں / دور کیوں کرتا ہے تو ناخواندہ مہماں دیکھکر

دیکھ کر دامن مرا رفوتا ہی کیا اے بخیہ گر
ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیگا دل چاک گریباں دیکھکر

پاؤں سے میرے ہی زینت خانۂ زنجیر کو
بنگیا آغوش مادر مجھکو زنداں دیکھکر

بعد مرنیکے بھی ہرگز نہ نکلے قلب سے
بیکسی پھر کیوں نہ روئے میرا ارماں دیکھکر

ایک نئے دوزخ کا طبقہ بنگیا ہے زمہریر
سرد ہے نار جہنم آہ سوزاں دیکھکر

اُسکے دروازے پر اب پہرے کی کچھ حاجت نہیں
اُٹھ گیا درباں ضعف ناتواناں دیکھکر

کام مشتاقِ شہادت کے ندامت آگئی
زخم اوچھے تھے تو قاتل تھا پشیماں دیکھکر

ظلم کی اُنکے سزا یارب نہ کچھ اُنکو ملے
کاتبیں لکھتے ہیں روز اعمال انساں دیکھکر

داد کیا داور سے پاؤنگا میں اُنکے ظلم کی
منصفی ہوگی وہاں بھی شوکت شاں دیکھکر

ظلم اُٹھانیکا ازل میں مادہ مجھکو ملا
میرے خالق نے دئے مجھکو دل و جاں دیکھکر

شرم اونکی اور بھی کرتی ہے مجھکو ندشر
مونھ چھپاتے ہیں وہ زلفوں میں پریشاں دیکھکر

ساتھ اُسکے دل نہ کھنچ آئے کہیں الجھا ہوا
کھینچتا ہے مجھکو میرے تیر مژگاں دیکھکر

عاشق خیر البشر ہوں کیوں نہ ہو شفیعِ نجات

دوڑی رحمت مجھکو غرق بحر عصیاں دیکھکر

نظر رکھیو ہمیشہ ہمصفیرو چرخ بدظن پر
عبث ہی پھولنا شاخ گل تر کے نشیمن پر

نمایاں داغ چیچک کے نہیں رخسار روشن پر
پڑے ہیں قطرۂ شبنم مگر پھولوں کے خرمن پر

نہیں ہیں گیسوئے پرپیچ خال روئے روشن پر
یہ دونوں سانپ کالے ڈٹے ہیں ایک ہی من پر

مجھے صدمہ گزرتا ہے تو رنج انکو بھی ہوتا ہے
ہے اپنے جذب دل کی ڈاک تیرے جسم انجن پر

ہمیشہ نالہ کش رہتے ہیں عاشق جور سے اسکے
گرے گی آہ کی بجلی کسی دن چرخ بدظن پر

ہر ایک نالے کو سنکر آسمانک وجد کرتے ہیں
ہمارے ساز غم کو فوق ہو کیونکر نہ ارگن پر

وہ وسعت ہے کہ صحن چرخ کو بھی رشک ہو پیدا
بچھادوں اس دل کو جو میں صحرا کے دامن پر

تری چمپا کلی میں مچھلیوں کی شکل ظاہر ہے
جواہر کے نگینوں کا پڑا ہے عکس کندن پر

پھنسا کر دام الفت میں یہ گیسو مار ڈالیں گے
نہیں لازم ہے تکیہ آدمی کو عمر رہزن پر

دلا کر یاد اس گردن کی کاٹا ہے گلا میرا
ہوا ہے میکدہ میں خون یہ شیشے کی گردن پر

ہمیں یاد رخ میں زلف مشکیں کا خیال آیا
شب تاریک کا چھایا اندھیرا روز روشن پر

کھلیگا بھید آخر عشق کا جھانکو نہ تم باہر
پڑیگا کچھ نہ کچھ رخنہ تمہارے دیکھے روزن میں

نہ آیا فاتحہ کو بھی وہ رشک ماہ برسوں تک
پڑا سایہ نہ دم بھر چاندنی کا میرے مدفن میں

یقیں ہے حشر کے دن رنگ وہ اپنا جمائینگے
ہمارے خون کی چھینٹیں جو ہیں قاتل کے دامن میں

تمہارے خنجر ابرو پہ اپنا کیوں نکلتا دم
ہے اپنی زندگی موقوف شاید آب آہن میں

یہانتک بیقراری نے کیا ہے مجھکو دیوانہ
عدم میں بھی نہ ٹھہریگا دل بیتاب مسکن میں

بنا ہوں وہ نشانہ میں صف مژگاں جانانکا
عیاں ہیں تیر و پیکاں رگوں کی جا مرے تن کا

رہے باغ سخن ہر فصل میں شاداب اے شیدا
نہ ہو قبضہ کبھی دست خزاں کا تیرے گلشن پر

جو آجاؤ تو بٹھلاؤں تمہیں دل کے خزانے پر
فدا سب ہے مری دولت تمہارے ایک آنے پر

بہار آئی ہے آمادہ چمن ہے گل کھلانے پر
کہو بلبل سے آشیاں ڈھونڈھے ہے پرانے پر

نہیں ممکن کہ نقد بوسہ رخسار ہاتھ آئے
یہ گیسو ہیں کہ دو مار سیہ ہیں اس خزانے پر

شب فرقت کا قصہ سنکے جھنجھلا کر یہ کہتے ہیں
ہمارا دل نہیں لگتا ترے جھوٹے فسانے پر

سزا خط کی جو دینی تھی مجھے جو چاہتا دیتا — کبوتر کے اکھاڑے بگینہ کیوں بیوفا پر

دل و جاں دین و ایماں سب تمہاری نذر کر بیٹھے — کمر باندھی ہے تمنے آج اپنا گھر لٹانے پر

جو مر کر دشت وحشت میں ترے کوچے کی یاد آئی — بگولہ بنکے مٹی آ گئی اپنے ٹھکانے پر

نہیں نقش و نگار انکی کف دست نگاریں پر — لیے پرواز کھولے طائر رنگ حنا بیٹھے پر

نہ باز آیا کبھی ظلم و ستم سے وہ کماں ابرو — نہ پہونچا تیر آہ بیکساں ہرگز نشانے پر

مرے سوز و فغاں کا سنکے قصہ کسطرح سوتے — نمک سا انکی آنکھیں ہو گئیں غم کے فسانے پر

نہیں باہر نکلتے یاد سیر فصل گل کیسی — گلستاں کو وہ بھولے ہیں قفسونکی پڑ رہنے پر

رخ و رخسار انکے مار ڈالیں ہم کو چاہیں — ہماری زندگی ہے منحصر اس آب و دانے پر

ہمارا درد فرقت سنکے انساں تاب کیا لائیں — قیامت چیخکر رو پڑتی ہے اسکے سنانے پر

اتاری بار سر احساں کرے خنجر ترا مجھپر — یہ اٹھ سکتا نہیں مجھ ناتواں سے بوجھ شانے پر

ہمارے خانۂ تن میں آ نہیں سکے دم کا جلسہ ہے — خفا ہو کر چلی ہے زندگی بھی انکے جانے پر

کرشمہ عشوہ غمزہ ناز اور رجاد و بھری چتون — یہ نتیجہ ہے بت بے پیر کا چھپکے چھڑانے پر

لگا دونگا حنا کو آگ میں بھی آہِ سوزاں سے
کرو تم بند آنا میرے گھر کا اس بہانے پر

جگر سے پار ہوگا اے فلک اسکو سمجھ لینا
خدنگ آہ اپنا گر کہیں پہونچا نشانے پر

تمہاری ہر ادا پر دم نکلجاتا ہے شیدا کا
کبھی آنکھیں دکھانے پر کبھی تیوری چڑھانے پر

نظر شوق کہاں تک ہی توڑے پتھر
ہیں نہیں کچھ تری دیواریں تھوڑے پتھر

گنبد چرخ ترے خارے سے کیا خوف مجھے
آبلے بیضۂ فولاد ہیں پھوٹے پتھر

سختی جور بتاں ہجر میں سہتے سہتے
ہوگئے ہیں جگر و دل مرے بیھوڑے پتھر

خشک سے سنگدلوں کو کیا پانی روکر
واہ ری طاقت گریہ کہ نچوڑے پتھر

تیری فرقت میں پہاڑونکو یہ رونا ایسے
سنگریزوں کی طرح ہوگئے روڑے پتھر

جستجو تیری پہاڑوں میں نہیں سخت سے ابت
حق نے بخشے ہیں مجھے پاؤں کے گھوڑے پتھر

سخت صدمہ اثر جذب سے شیریں کو ہوا
تیشۂ سر سے جو فرہاد نے توڑے پتھر

دیکھی وحشت تری دیوانگی جب لڑکوں نے
توڑا سر ٹھیکروں سے سر پہ ہیں ٹوٹے پتھر

طائر سخت زمیں پر ہوا حملہ آور — پنجہ بندش مضموں نے جھنجھوڑے پتھر

سنگدل کھول کے دل تجھ سے لپٹ سینے سے
باندھنے سے ترے شیدا نے نچھوڑے پتھر

ردیف زائے معجمہ

دور نظروں سے جو وہ دلبر رہا دو چار روز — زندگی میری رہی مجھ سے خفا دو چار روز
خاک در پر تیرے میں سوتا پڑا جاناں رہا — تو بھی ہیجا گھر مرے اے دلربا دو چار روز
ہے خزاں سر پر کھڑی اٹھ جائیگی فصل بہار — اور بلبل کھالے گلشن کی ہوا دو چار روز
دیکھ لیں جی بھر کے عاشق جلوہ روئے بتاں — زندگی کے اور کر افزوں خدا دو چار روز

فکر دنیا میں نہ شیدا مفت اپنی عمر کھو
ہے عروس صد بغل دار الفنا دو چار روز

ردیف سین مہملہ

محبت میں تمہی ہمنے اڑائی خاک سو سو کوس — رہا تو دور تو بھی ہمسے ای سفاک سو سو کوس

پتا ہرگز نہ پایا ناقۂ لیلیٰ کا مجنوں نے
اڑائی ہر گلی کوچے میں سوں خاک سو کوس

نہیں بچنے کی شکل اب طائر دل کی نظر آتی
بچھا ہے دام زلف دلبر چالاک سو کوس

مرے شاہین طبع تیز پر کی دیکھیے تیزی
کہ اڑتا ہے پئے مضموں سر افلاک سو کوس

نہیں بینی ہے اسکی ناک خود بینی کی ہے نکسیر
جو عاشق کو پھر آیا دل غمناک سو کوس

شہید ناز کی تربت پہ لائی کھینچ کر آن کو
گئی لپٹی ہوئی دامن سے میری خار سو کوس

پڑا چسکا ہے یہ دخت رز و ساقی کی صحبت کا
لگی رہتی ہے ہم مستوں کی ہر سو ناک سو کوس

تمہارا سبزۂ خط بھی ایسا زہر لا دوا نکلا
نظر آتا نہیں جسکا کہیں تریاک سو کوس

زمیں ایک اور پیدا ہو گئی بام فلک پر ہے
اڑی ہے اس بلندی تک ہماری خاک سو کوس

نہیں چھوڑا گلستاں تو نہیں اس گل نے گل زنبق
چمن کی ہر جگہ جا جا کے کاٹی ناک سو کوس

جلا کر خاک اڑائی میری عشق دمبدم غم نے
نچھوڑا ظالموں نے کچھ خس و خاشاک سو کوس

جو فکر بن وصل کی کچھ ضبط دلمیں جمع کرتا ہوں
بہا دیتا ہے رو کر دیدۂ نمناک سو کوس

کہیں ہو یار اپنا یہ خبر ہر وقت دیتا ہے
لگی ہے دل کی متصل تار برقی ڈاک سو کوس

حضوری یار کی ہر عاشق صادق کو ملتی ہے
گذر پاتا نہیں یاں فاسق ناپاک سو سو کوس

نگاہ شوخ سے بچکر کہاں تک صید بھاگیں گے
نچھوڑیگا کسیکو ناوک بیباک سو سو کوس

تیری نازک خیالی کی مچی ہے دھوم عالم میں
بندھی ہے تیری شیدا شاعری کی دہاک سو سو کوس

ردیف شین معجمہ

بھڑکی تپ غم سے دل بیتاب میں آتش
نادر ہے کہ ہے پارۂ سیماب میں آتش

کھینچا ہے نہیں قشقہ سیندور جبیں پہ
ظالم نے جلائی ہے یہ مہتاب میں آتش

نکلیں ہیں مری آنکھوں سے شعلے دم گریہ
جلتی ہے یہاں چشمۂ پرآب میں آتش

ہے بادہ پرستوںکو نہیں خوف جہنم
کرتی نہیں تاثیر مے ناب میں آتش

دہوتے ہیں وہ دریا میں حنا ہاتھوں سے ململ
ایسا نہو لگجاے کہیں آب میں آتش

کثرت سے گل و لالہ کی ہولی کا گماں ہے
گویا کہ لگی گلشن شاداب میں آتش

شیدا نہ لگا آگ نہ لکھ نامۂ جانسوز

رکھیں ہم دلمیں خیال رخ زیبا کب تک — دل کو بہلائیں ترا کھینچ کے نقشہ کب تک

پانو کے لاکھے پہ مسی کا جمانا کب تک — آہ یہ آگ دھواں دھار لگانا کب تک

سامنے میرے رقیبوں سے ہنسو مجھکو جلاؤ — انتہا ضبط کی بتلائے اچھا کب تک

خواب سے چونک ذرا یاد الٰہی کر لے — نقرئی بالوں پہ غافل ترا سونا کب تک

اے کماں ابرو کھڑا ایں سو نہیں دلکو لیے — تیر مژگاں کا سینے کا یہ نشانہ کب تک

ہستی کی صورتیں معشوق ہیں یہ سرخ و سفید — تجھے رنگ پہ دل ناداں یہ مچلنا کب تک

بھول کر اصل نہو محو حسینان بدل — یار کو ڈھونڈھ یہ کھیلے کا کھلونا کب تک

چشم حیرت سے ہیں تکتا ہوں ہر ایک منہ کو — ساقی خالی رہے گردش میں پیالا کب تک

چھیڑ کر ہم بھی اڑ منہ کی سنیں گے کچھ بات — آشیانے سے اڑیگا یہ عنقا کب تک

بار ہمرنگ اوڑھا ہے کہیں لے قاتل — ہیں سبکدوش ہوں خنجر کا تقاضا کب تک

تپ ہجر من کی عارض مجھے لے عیسیٰ لب — دیگا تو فرصت عذاب کا نسخہ کب تک

دیکھئے آمد و شد غیر کی کب ہو مسدود — ختم ہو کوکب منحوس کا دورا کب تک

عشق عارض نے دل و جاں کو جلایا میری / کوئی خس پوش کرے آگ کا شعلہ کب تک

کھولدے ڈورا یہ خنجر کا کہ دم رکتا ہے / ڈالے رکھیگا مرے حلق میں پھندا کب تک

وہ بھی دن ہوگا ہم اُس رخ کی بلائیں لینگے / ہاتھ آئیگا ہمارے ید بیضا کب تک

تہ نہیں اسکی ہے دریائے سخن بے پایاں
دست و پا مار وگے اس بحر میں شیدا کب تک

ردیف گاف فارسی

جاں کو قرباں کروں دلکو نثار سبز رنگ / سامنے سبزہ رہے پہلو میں یار سبز رنگ

میرے رونے سے جمی ہے کشت زار سبز رنگ / میری آنکھوں کے اجارے میں ہے کار سبز رنگ

مرہم زنگار رکھکر زخم آتش بار پر / شعبدہ اسنے دکھایا کرکے نار سبز رنگ

خوب لایا رنگ اُس گل کا خط نوخیز بھی / چھا گیا فصل بہار میں غبار سبز رنگ

سبزہ رنگوں کے ستم سے اسقدر برباد ہوں / سبز آندھی بنگیا میرا غبار سبز رنگ

سبز محرم کی جو ہے اُس گلبدن کے زیب تن / صبح محفل رنگ لایا ہے بہار سبز رنگ

صحن گلزار چمن میں ہو گیا سبزہ نمود
تازگی سے آنکی جب اٹھا نہ یار سبز رنگ

سبز رنگ سبز خط دہانی ڈوپٹہ حسن سبز
ہے عجب اٹھتا ہی کیونکر اُنسے بار سبز رنگ

بیٹھ ڈالا اسنے برہم ہو کے رشک غبسے
خون کے لائق ہوا آخر کو یار سبز رنگ

جب گیا بارش میں سیر باغ کو وہ نونہال
بنگئے چتر زمرد برگ و بار سبز رنگ

گلشن عارض کا جو مرغوب خط سبز ہے
تجھکو کانٹو میں گھسیٹے گا یہ خار سبز رنگ

سبزہ رنگوں نے جو سبزی کا دیا ہی تجکو جام
بھر گیا ہی میری آنکھوں میں خمار سبز رنگ

پیکے سبزی آج اسکی بزم میں چل بیٹھئے
دیکھیں گاڑہی چھانتا ہی کس سے یار سبز رنگ

سبز پان جاتے ہی اسکے منہ میں ہو جاتا ہے سرخ
لعل کر دیتا زمرد کو ہے یار سبز رنگ

یار کی چوٹی میں اسمیں جو ہی موباف سبز
ایک کالا سانپ ہے اور ایک مار سبز رنگ

سبز موباف اوسکا جب سایہ فگن ہے میں ہوا
ڈر کے پھینکا جام ہی کہکر ہے مار سبز رنگ

سبز خط یار پہ بیٹھے جو رو کر جان دی
یار نے بھی میرا بنوایا مزار سبز رنگ

باغ میں وہ سبز خط آیا تو سبزہ رہ گیا
پاؤں پر صدقہ ہوئی ہی چنار سبز رنگ

۳۷۱۱۴

موسم بارش میں خوش ہوتی ہیں سبزہ دیکھ کر
سال بھر رکھتی ہیں آنکھیں انتظار سبز رنگ

باتوں باتوں سبزۂ حسن آگیا ہے دام میں
دم کے دھاگو نہیں پھنسایا ہے شکار سبز رنگ

پھڑکے سبز انگیا کی چڑیا پر نہ بیٹھی آنکھ پھر
ہو گیا باز نظر اپنا شکار سبز رنگ

جب پڑی انگلی اپنی سبز انگیا کی چڑیا پر دیکھی
ہے مرے باز نظر کا بس شکار سبز رنگ

جام مینا سبز ہیں مے سبز ساقی سبز پوش
چرخ اخضر پر گھٹا ہے بہار سبز رنگ

اس زمیں سخت میں ہے قافیہ بھی جس میں تنگ
خوب کی سر سبز ہے شیدا بہار سبز رنگ

ردیف لام

شباب حسن پر آئے اس آفتاب میں بال
کہ پھوٹ نکلے ترے زلف کے نقاب میں بال

جو آئے کھلتے عالم شباب میں بال
شعاعیں بنکے نکل آئے آفتاب میں بال

[illegible]
کہ خط میں بھیجا ہے نامہ کے جواب میں بال

جو گرد روئے منور کے خط کی آمد ہے
کرن بنے ہیں قرص آفتاب میں بال

چھٹنا فراق میں دل پہ کمر کا دھیان رہا
طپش ہیں یہ بھی سوجھا کہ ہی کتا میں بال

جو لیکے خط مرا پہونچا کبوتر اسکے پاس
اکھاڑے شوخ نے پر نوچ نوچ ذناب میں بال

زکوٰۃ حسن کی امید آشنہ کیا شیدا
اکھاڑ کر نہیں دیتے رہ ثواب میں بال

ردیف میم

ساقیا پہونچینگے خمخانہ کو ہم
آج گر پائیں نہ میخانے کو ہم

آنکھ جب لگ گئی آیا نہ خواب
روتے ہیں اس آنکھ لگ جانیکو ہم

موت کے فرقت میں بھولے ہیں حجاب
یاد کر کر تیرے شرمانے کو ہم

عشق رخ سے عشق ابرو ہوگیا
چلدیے کعبہ سے بتخانے کو ہم

جلوۂ جانانہ ہے دونوں میں ایک
جائیں کعبہ کو کہ بتخانے کو ہم

باندھو دل کو زلف کی زنجیر سے
آپ تک لائے ہیں دیوانے کو ہم

ایک بھی بوسہ جو ملتا خال کا
کیوں ترستے ایک اک دانے کو ہم

غیر پہ شیدا تا لطف کی نظر
رہ گئے ہیں ایک ترسانے کو ہم

ردیف نون

انتظاری میں تمہاری جو لگائیں آنکھیں
تم نہیں آئے اسی عہد پہ آئیں آنکھیں

مجھ سے اُس ماہ نے شب کو جو لڑائیں آنکھیں
شرم سے پھر سر مغرب پہ چھپائیں آنکھیں

تیرے مقدم کی خبر دل نے جو سن پائی کہیں
راستے میں بخوشی فرش بچھائیں آنکھیں

پتلیوں کا تری دیکھا ہے تماشا شاید
جامۂ چشم میں پھولی نہ سمائیں آنکھیں

ہم سے تلوار رقیبوں سے چلے گی اک دن
تم نے گر اُن سے جھروکوں میں لڑائیں آنکھیں

تیری گفتار نے باطل کیا دعوائے کلیم
لب جاں بخش نے عیسیٰ کو دکھائیں آنکھیں

انکو چھیڑو نہ مری جان ابھی رو دیں گی
ہیں کسی وعدہ فراموش کی ستائیں آنکھیں

ناز و انداز و کرشمہ سے نہیں دیکھے کون
کیا ہوا ایک غزالوں نے جو پائیں آنکھیں

ترچھی چتون ہے نگہ قہر غضب کے تیور
ہیں کسی گبرو مفسد کی سکھائیں آنکھیں

ہے بازار جنوں میں زر سے آہن کی سِوا قیمت
تو انگر بیڑیوں کو بیچکر حداد ہوتے ہیں

نہیں کچھ سلسلہ ہرگز مجھے زنجیر گیسو سے
سلاسل کیوں لئے در پے مرے حداد ہوتے ہیں

شب فرقت کی کیفیت بتائیں ہمدمو ہم کیا
فقط ہم ہوتے ہیں یا نالہ و فریاد ہوتے ہیں

مرے پہلو میں آکر بیٹھتے ہیں مثل مہماں کے
کماں خانے سے جو تیر نگہ آزاد ہوتے ہیں

کتاب حسن میں پڑھتے تھے جو کل تک الف بے تے
ستم ہے آج میرے خوں پر انکے صاد کرتے ہیں

جو مضموں قد بالا کوئی منہ سے نکلتا ہے
تو سولی سامنے لیکر کھڑے جلاد ہوتے ہیں

دل و جاں کو تو لے کچھ وہ نہ کر پامال چالوں سے
یہ گھر بستے بسائے مفت میں برباد ہوتے ہیں

تم اے خار مغیلاں توڑتے ہو کیوں نہیں انکو
ہمارے آبلے کیا مبنیہ فولاد ہوتے ہیں

سیاہی دود سے اُس چشم کی لے خامۂ مژگاں
فدا آنکھیں کروں میری فنا پر صاد کرتے ہیں

قفس لیچل ہمارا باغ میں فصل بہاری ہے
غلام اب ہے ترے پیام لے صیاد ہوتے ہیں

جو رخ والشمس ہے تو زلف ہے واللیل سورت کی
بڑی مشکل سے یہ سورے کسیکو یاد ہوتے ہیں

جو جیتے ہیں تو فن شاعری میں ہم بھی اے شیدا

کوئی دن میں بالطافِ صفیر استاد ہوتے ہیں

عاشقِ روئے نبی کو طاقتِ فرقت نہیں
جز مدینے کے لئے ملتی کہیں راحت نہیں

مصحفِ رخ کی تلاوت جسنے انکی چھوڑ دی
حشر میں صورت دکھانیکی اسے صورت نہیں

ساکنانِ عرش نے دیکھا شبِ معراج کیا
ایسے بیہوش ہوگئے کرتا کوئی حرکت نہیں

سنگدل تک ہوگئے کعبے میں سنگ آستانہ
کونسا دل ہے کہ جسمیں آپکی الفت نہیں

آپنے معراج جانے آنے میں تیزی جو کی
چشم کی گردش میں دیکھی ہمنے یہ سرعت نہیں

اذن سے اپنے جلائیں مردوں کو انکے شہید
یہ لبِ عیسیٰ میں بھی زنہار خاصیت نہیں

میم کا پردہ فقط حائل احد احمد میں ہے
درمیاں سے جب یہ اٹھ جائے تو غیریت نہیں

آپکے ناخن کی حسرت میں ہوا گھٹ کر ہلال
کاہش روزانہ سے وہ چاند کی صورت نہیں

جسکا قرآں میں خدائے دو جہاں مداح ہو
مدح اسکی لکھ سکے کوئی بشر طاقت نہیں

ناظم کس منہ سے غلامی کا میں آپکی لے سکوں
منفعل عصیاں سے ہوں اتنی مجھے جرأت نہیں

ہوں مشرف آپکے حسنِ جہاں آرا سے میں
حور و غلماں کے نظارے کی مجھے حسرت نہیں

نام سنتا ہوں شفیع المذنبیں ہے آپکا
اس سہارے پر مجھے محشر سے کچھ دہشت نہیں

حال شیدائے ازل جام جہاں بیں پر عیاں
کیا کرے اپنا بیاں اظہار کی حاجت نہیں

کیا اُسکا بہت ہے جو تم کو اسطرف رغبت نہیں
اور دلبر ڈھونڈھ لونگا تم میری قسمت نہیں

جب سے کھولی آنکھ پائی قید سے فرصت نہیں
کونسے دن دیکھتے صیاد کی صورت نہیں

عشق میں قیس انت ہو تو کامیر کامل ہو گیا
موت دشمنکا جسے رکھتا ہے وہ علت نہیں

حشمت دنیائے فانی کی ہمیں حسرت نہیں
لیگئے کچھ ساتھ شاہان جہاں ثروت نہیں

جب سے عادت گوشہ نشینی کی نہیں شہرت بھلا
جو نہیں کمیاب اوسکی بہت قیمت نہیں

دخت رز کی محتسب کرتا ذرا حرمت نہیں
مے پرستو نے نگر آئی مجھے دہشت نہیں

جب کہا میں نے کہ میں دل بیچتا ہوں مول لو
ہنسکے فرمایا کہ مال وقف کی قیمت نہیں

ہے مگر خون شہید ناز کچھ اسمیں ملا
ورنہ ہاتھوں میں حنا کے شوخ یہ رنگت نہیں

بیٹھا ہے دل بار عصیاں کیا اسان ہے
کوچۂ جاناں سے اٹھ سکتی طبیعت نہیں

گو ہم دونوں ہیں انکی آنکھ میں موت و حیات — مر کے سوئے کشتگاں دیکھیں وہ یہ عادت نہیں

اور تو میں کچھ بتا سکتا نہیں حال دل — کم مگر درد جگر کی آج تک شدت نہیں

اسکے خط میں دیکھو سب حرف ہیں لپٹا ہم — کون کہتا ہے کہ مجھسے یار کو الفت نہیں

مارتے ہیں زندہ کرتے ہیں ادا میں دیتے ہیں — پھر خدائی میں بتوں کی کس طرح شرکت نہیں

بوسہ لب پیکے گھولا قند یہ گفتار سے — آج تک تو نے پیا ہوگا کبھی شربت نہیں

آنکھ اٹھا کر جس طرف دیکھو اسی کا ہے ظہور — چشم بینا چاہئے کثرت میں کیا وحدت نہیں

موت پر موقوف ہے عیش و نشاط زندگی — گر نہ ہو مرنا تو پھر جینے میں کچھ لذت نہیں

تیغ چشم انکی تو پہلے بار ہم کچھ پیدا کرے — سر بہ تن ہم بھی بچا لینگے کم ہمت نہیں

سر کٹانے کو بھی حاضر ہوں جو انکا وصل ہو — چاہ ہی کرتا ہوں پر لڑتی مری قسمت نہیں

دیکھ کر میرے تن بیجاں کو اس بت نے کہا — اس شنوا میں نظر آتی کہیں صورت نہیں

چھوڑ کر دلکو کہاں جائے غم فرقت بتاؤ — کوہ میں طاقت نہیں صحرا میں وسعت نہیں

آنکھ لڑتے ہی بچا توں کیا بلا دلبر گری — جو کسی کروٹ کسی پہلو اسے راحت نہیں

خوب سا مجکو رولا کر ساتھ سوئے بھی تو کیا
بے بہا گوہر تھے میرے اشک کم قیمت نہیں

اپنے عصیاں پر بہت روتے ہیں ہم مانند ابر
اسکو کیا سمجھیں اگر اللہ کی رحمت نہیں

جان دیدینگے نہو دیکھیں سحر کیونکر نہو
صبح تک یا ہم نہیں ہیں یا شب فرقت نہیں

جان نکلے تو نکلجائے یہ نکلیں کیا مجال
یہ مرے ارمان دل ہیں غیر کی حسرت نہیں

کیا محبت ہے اسے دل سے جو کہتا ہوں نکل
صاف سینے میں بگڑ کر کہتی ہے حسرت نہیں

طبع شیدا اسطرح سلجھائے مضموں شعر کے
آج تک زنجیر گیسو سے اُسے صحبت نہیں

شوق نظارہ تو پیدا ہو دل دلدار میں
آنکھیں اپنی کھڑکیاں بنجائینگی دیوار میں

لخت دل کب ہیں ہمارے آنسوؤں کے تار میں
لعل کے گوندے ہیں ٹکڑے موتیوں کی ہار میں

ایک کو دو دو کو چار آسنے کیا ہر وار میں
کس غضب کا کاٹ ہے قاتل تری تلوار میں

مشتری لاکھوں چلے آتے ہیں گھر بیٹھے تمہے
تجھسے کیا یوسف کو نسبت جو بکے بازار میں

کب کیا سودا اچھا نظروں میں جز سودائے زلف
نقد دل لیکر ہیں گھوما حسن کے بازار میں

دلکو داغی دیکھکر بولا کہ رے پتی وہ شوخ
کیوں لئے پھرتا ہی کھوٹی جنس کو بازار میں

کاہشوں نے تن کیا کاغذ رنگین مثل حروف
خط کے دہوکے سے کبوتر لے اڑا اسقدار کیا

ساقیا اک جام ہی میں تپ بدن پھک گیا
روح کیا کھنچی مری تو نے مے گلنار میں

نالہ نالہ کا غبار اچرخ میں مہتاب ہے
شعلہ شعلہ پھلجھڑی ہی آہ آتش بار میں

ایک دل کے بدلے میں سو حسرت و ارماں ملے
کیے کیا گھاٹا رہا پھر مجھکو اس بیوپار میں

خواب شیریں میں ہو تم شب کو ہم تارے گنیں
صدمۂ فرقت نمک ہے دیدۂ بیدار میں

دو نہ دو ہو سے لپٹ کر سینے سے تو سو رہو
وصل کی شب مفت ضائع جاتی ہی تکرار میں

ناز سے چلتی ہی کیوں باد بہاری اندنوں
آمد آمد کس گل خنداں کی ہے گلزار میں

سنکے ٹھوکر کی صدا قبروں نے مردے جی اٹھے
نعرۂ قم ہے تری پازیب کی جھنکار میں

بند شیں تازہ نہی فکریں نئے مضموں ہیں
چاشنی کچھ اور ہی شیدا تری گفتار میں

ابتدا ہے جور و ظلم و جفا و ستم نہیں
ہاں تلقین کرتی ہے تری ہم کو صنم نہیں

لطفِ کرم کے ایک سزاوار ہم نہیں
ورنہ جہاں میں کس پہ تمہارا کرم نہیں

فرقت میں جان جائے تڑپ کر تو غم نہیں
بیجا مگر یہ ناز اٹھالینگے ہم نہیں

کھینچی ابھی سے کشتیٔ عمرِ رواں مجھے
سیلِ موجِ بحرِ چشم ابھی سے تو تھم نہیں

وہ دل ہے کس کا جسمیں تصور نہیں ترا
کس آئینے پہ عکس تری تصویرِ صنم نہیں

کہتی ہے دل سے چشمِ سیہ مست یہ کہ ہم
برسیں نہ جھوم جھوم تو ابرِ کرم نہیں

اے ساقیا شراب وہ تازہ ہو جس سے روح
ہم میکشوں کی ابھی بجھی دمبدم نہیں

رہ کر رہیں آنکھیں چشمِ فسوں گر سی رک گئیں
مسحور ہو گئے جو غزالوں میں رم نہیں

میری وفا کے دل سے ترے کیا نشاں مٹیں
ٹوٹے کبھی ہیں نقشِ حجر کالعدم نہیں

اللہ نے مجھے دلِ حق بیں عطا کیا
کچھ اسکے آگے حیثیتِ جامِ جم نہیں

دو دن کی زیست کیلئے کل کل ہے یہ عبث
دارا نہیں قباد نہیں آج جم نہیں

محرابِ طاقِ ابروے جاناں جہاں نہو
اپنا وہاں کبھی سرِ تسلیم خم نہیں

تعریف کرتے تجھ سے لبِ شیریں کی ہم مگر
کڑوے ہو کیوں کچھ اسمیں ملایا تو سم نہیں

ہم آج اپنے دل کی نکالینگے حسرتیں
یہ آپ کی نہیں نہیں مانینگے ہم نہیں

عاشق کا دل ہو خوں ہنسو تم رقیب سے
یہ آپ کا مذاق ہے صاحب ستم نہیں

آواز پاسباں ہے ابھی رات ہے بہت
بانگ خروس صبح یہ تیری قسم نہیں

موتی پرو دئے ور دنداں کے وصف میں
کہنا نہ پھر کہ خامہ جواہر رقم نہیں

عاشق نہ چھوڑینگے ترے کوچے کی گلزمیں
دلچسپ ایسا خلد نہیں ہے ارم نہیں

مجھکو وصال یار کا کیونکر نصیب ہو
تقدیر پر ازل میں چلا ہے قلم نہیں

ہستی کو اپنی ہم بھی مٹاتے رہینگے یار
جبتک نہ ہاں کرائیں تری اور عدم نہیں

دنیا کی دوستی میں نہ شیدا پھنسا دجان
دیگا سفر میں ساتھ کوئی دو قدم نہیں

اسیران قفس جب مائل فریاد ہوتے ہیں
پریدہ طائر ہوش سر صیاد ہوتے ہیں

ہمارے بے اثر سب نالہ و فریاد ہوتے ہیں
فغاں کرتے ہیں جتنا مورد بیداد ہوتے ہیں

چلن رفتار سے کبک دری کو یاد ہوتے ہیں
تمہارے قد کے صدقے سرو اور شمشاد ہوتے ہیں

شکستہ بازو خستہ تن بریدہ پر دم آخر
جو ہوں آزاد بھی تو کس طرح آزاد ہوتے ہیں

بہت دن سے نہیں ہے سیر بدن میں تمام خوں باقی
یہ کیوں بے نام ناحق نشتر فصاد ہوتے ہیں

ہمیں بھی کچھ مرض ایسا ہے انکے سایۂ سنبل کا
جدائی کی دوا کرتے ہیں وہ ہم داد ہوتے ہیں

پڑے رہتے ہیں دیکھے انہیں تلوار ابرو کی
وہاں زخم کہیں مگر قابل فریاد ہوتے ہیں

اڑا دی ٹھوکروں سے تونے میری خاک کیا تک ظالم
نہ پر بھی ترے کوچے میں ہم برباد ہوتے ہیں

یہ ٹکراتے ہیں سر دو چار شب سے انکے در پہ ہم
کہ جیسے ہیں جنا نہیں دن چھٹی کے یاد آتے ہیں

تمہاری مد نشد نے ہمیں جھگڑے میں ڈالا ہے
کبھی آباد ہوتے ہیں کبھی برباد ہوتے ہیں

بتان سنگدل کو عشق سے سمجھے ہیں سختی
کہ وقت قتل کھل کر خنجر فولاد ہوتے ہیں

اڑاتا ہے جو فواری تو اشک خوں کی آنکھو سے
خزانے لعل و گوہر کے دلا برباد ہوتے ہیں

ازل سے قید گیسو دراز اپنا مقدر ہے
رہا ہے مرگ کب قیدی یہ بے میعاد ہوتے ہیں

حباب آسا کوئی دم میں فنا ہے دار فانی کو
ہیں ناداں قصر بے بنیاد پہ جو شاد ہوتے ہیں

بشکل لو وہ کر دیتا ہے وہ آئینہ دکھلا کر
ہمارے قتل کو پیدا نئے جلاد ہوتے ہیں

سنبھل پاؤں پہ پھر تیرے آ پہونچا ہے اے بلبل
جو زیر آشیاں مسکن گزیں صیاد ہوتے ہیں

محبت سے چلے آتے ہیں دوڑے طفل اشک اپنے
تمہارا حصہ تھا لاے جو اوڑ کر عرش بالا سے

نثار آنکھوں پہ تیرے قدموں پہ خانہ زاد ہوتے ہیں
یہ مضموں کس سے پیدا بدری پرشاد ہوتے ہیں

دعا شیدا کرو دل سے سلامت صدیق رفعت
کہ جسکے صدقے میں صبر و قرار آزاد ہوتے ہیں

ہوئی الفت دل ناآشنا میں
دعا ہے یہ جناب کبریا میں

اثر پیدا ہوا کچھ تو دعا میں
رسائی بخش آہ نارسا میں

نہ کچھ آہوں میں پایا نے دعا میں
ملا سب کچھ بتوں کی التجا میں

ترے گھر کے سوا اچھا نہوگا
مرض کی ہے شفا دار الشفا میں

ہمارے خون کے چھینٹوں کو مت دھو
ہیں بوٹے خوشنما تیری قبا میں

نہیں درکار کیا ثروت کسی کی
ترے درویش خوش ہیں بوریا میں

خدا رو اجب ہے آہ بیکساں سے
نہیں آواز ہے تیر قضا میں

نہیں کچھ انتہا ہے عشق دیکھی
ابھی کیا رو رہا ہے ابتدا میں

بتوں کے ظلم کے شاکی نہیں ہم ۔ دئے بیٹھے ہیں سر راہ خدا میں

جو رنگت تیز ہے درکار اے شوخ ۔ ملا لے خون عاشق کا حنا میں

عیادت کی دکھا کر غیظ کی آنکھ ۔ ملا دی زہر کی پڑیا دوا میں

نہ یہ لڑتیں نہ اسپر ضرب آتی ۔ گیا مارا دل آنکھوں کی خطا میں

ترے کوچے کی نزہت سے مری جاں ۔ نہیں خلد بریں بڑھ کر فضا میں

جہاں سے ہیں نرالے انکے انداز ۔ ادائیں ہیں نئی ناز و ادا میں

بنے کیوں دوزخ و جنت الٰہی ۔ جو گزری عمر سب خوف و رجا میں

پروے تار گریہ میں دُرِ اشک ۔ کیا ہے گھر دل اہل صفا میں

یہ مانا تم نہیں تھے پر بتاؤ ۔ لیا کس نے مرا دل اک ادا میں

نہ رکھو تم قدم اپنا مرے گھر ۔ مجھے رہنے دو بس دست قضا میں

ترے خواہاں کو خوش ہیں گالیاں بھی ۔ ہے شیرینی بدمزہ بھی اشتہا میں

لب شیریں سے انکے منہ کی باتیں ۔ عسل آمیز ہے آب بقا میں

جفا میں گر نہیں ثانی تمہارا
نہیں شیدا کا ہے ہمسر وفا میں

ہم تڑپتے ہیں یہاں آپکو خبر کچھ بھی نہیں
نالہ و آہ میں حیف اپنی اثر کچھ بھی نہیں

آج دیکھونگا نہ تڑپو جو بغیر از میرے
تم کہا کرتے تھے نالوں میں اثر کچھ بھی نہیں

تیر کی طرح مری آہ فلک سے گذری
سینہ شق ہو جو کبھی یہ کہ اثر کچھ بھی نہیں

آہ سوزاں نے دل یار جلایا آخر
آنچہ آنچ آگئی اتنا بھی اثر کچھ بھی نہیں

قامت یار سلامت رہے اپنا ناصح
روز آتی ہے قیامت سے خطر کچھ بھی نہیں

پاس میرے جو دم نزع تم آئے تو کیا
اب نہ تاب سخن اتنا ہی نظر کچھ بھی نہیں

شام کو ٹالا کہ ہم دینگے سحر کو بوسے
رات گذری تو وہی شام سحر کچھ بھی نہیں

تیغ ابرو کے ہیں کھائے ہوئے لاکھوں چرکے
کیا انی سے موڑیں ہم تیر نظر کچھ بھی نہیں

نظر بد سے رہی دور مرا گلشن نظم
باد صرصر کا خدایا ہو اثر کچھ بھی نہیں

دیکھئے خوبی قسمت جو وہ لائے تشریف
حیف ہے نہ پایا لگے گھر کچھ بھی نہیں

خانۂ چشم تو ہے سرخ و سفید اشکوں سے
گو خزانے ہیں مگر لعل و گہر کچھ بھی نہیں

اشک خونی سے مگر لعلوں کا گند ہوائی یار
تم جو کہتے ہو کہ مالا کے گہر کچھ بھی نہیں

عکس پڑتا ہے مگر خال سیہ کا انپر
روشنی دیتے ہیں اب داغ جگر کچھ بھی نہیں

چند روزہ ہے یہ دنیائے سرائے فانی
چار دن کے لئے اس دہر میں گھر کچھ بھی نہیں

ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے ہم اسکو عدم تک پہونچے
ہے بدن صاف پر آثار کمر کچھ بھی نہیں

ہم اندھیری میں شب ہجر بسر کرلیں گے
چاندنی تیرے بن اے رشک قمر کچھ بھی نہیں

تلخ و شیریں ہیں دو قسم کے پھل ہجر و وصل
شجر عشق میں کس طرح ثمر کچھ بھی نہیں

نخل امید ہمارا کبھی پھولا نہ پھلا
جسمیں کچھ بھی نہ ثمر ہو وہ شجر کچھ بھی نہیں

وقت کم دست تہی دور کی منزل درپیش
حیف شیدا کیا سامان سفر کچھ بھی نہیں

جو دیکھے حور کبھی اس پری کو خواب میں پاؤں
نہ سوئے چین سے پھیلا کے اضطراب میں پاؤں

سوال بوسۂ رخ جب کبھی سنا ہے
دکھا دیا ہے عیار نے جواب میں پاؤں

غریب لایا بہت دور سے ہے مژدۂ وصل / بجا ہے دہوئیں جو قاصد کے ہم گلاب میں پاؤں

بیک قدم شب معراج پہونچے عرش تلک / سنے کسی نے نہ ایسے پڑے ہے رکاب میں پاؤں

ترے شہیدوں کے خوں سے زیادہ سرخ نہیں / عوض حنا کے رنگا بیجان جاں شہاب میں پاؤں

ہوا ہے خوب یہ مہر خسوف سے ثابت / زمیں کے عکس نے رکھے ہیں ماہتاب میں پاؤں

طواف کعبہ کہاں سے صنم بھی تھم نہ سکا / خدا کے سامنے آئینگے کس حساب میں پاؤں

جنہیں دیا ہے حصول مراد عاشق نے / لکھے نہ جائیں وہ کیوں فرد انتخاب میں پاؤں

نگاہ گرم کف پا کو دیکھ گھبرا گئے / زیادہ برق سے ہیں اسکے اضطراب میں پاؤں

چھوڑا اسکے یار سے ہم کو پھرا نہ صحرا میں / پڑا نہ استقرار چرخ انقلاب میں پاؤں

بجھنے نہ آتش عشق بتاں سے دل ہرگز / بندھے ہے شمع میں اگر رشتہ کباب میں پاؤں

شباب آگیا ہی دوڑے رہے ہم کا بالی / جو دیکھا ناشۂ حسن کا رکاب میں پاؤں

نہ بیکدہ سے تجا سوئے صومعہ زاہد / تحمل ثواب کے رکھتا ہے کیوں عذاب میں پاؤں

ہے کوی یار کی منزل جو آج کل درپیش / رواں بہشت میں ہم ہیں ثواب میں پاؤں

جو دیکھے ہاتھ میں اُسکے ہمارا خط ظالم
کہیں نہ کاٹے وہ قاصد کے پیچ و تاب میں پاؤں

کہاں نصیب وہ تشریف لائیں گھر میرے
رکھیں گے کاہے کو وہ خانۂ خراب میں پاؤں

کھنچے ہے کیوں مرا دل آج چاندنی کی طرف
کھلے کہیں ہیں مگر اُنکے ماہتاب میں پاؤں

ابھی سے کرتے ہیں پامال دل خلائق کے
کرینگے حشر بپا اس شباب میں پاؤں

دیا نہ ایک بھی جام شراب ساقی نے
تو مار کر چلے ہم شیشۂ شراب میں پاؤں

یہاں تلک وہ کریں کس طرح قدم رنجہ
ابھی رہتی ہیں وہ میں ہیں حجاب میں پاؤں

جہاں نہ مے نہ گزک ہے نہ ساقی گل رنگ
بہشت جانا ابھی رکھنا ہے اک عذاب میں پاؤں

ہمیشہ تاب سے انکے رہا ہے وہ جلتا
کھٹکتے ہیں ترے چشمان آفتاب میں پاؤں

نہ بھول نعمت جنت پہ سب یہ دھوکا ہے
خدا کے واسطے شیدا نہ رکھ سراب میں پاؤں

گل بوٹے جو کچھ گلشن امکاں میں لگے ہیں
بیکار نہیں طاعت یزداں میں لگے ہیں

ہم خاک ہیں جو دامن جاناں میں لگے ہیں
جب سرمہ بنے چشم حسیناں میں لگے ہیں

پوشاک پہن کر نہ جھڑک غصہ سی ایجاں
ہم خاک نشیں بھی ترے داماں میں لگے ہیں

سر کرتے ہیں عشاق کے کٹنا کر دم رفتار
خنجر روش پائے خراماں میں لگے ہیں

سینہ پہ ابھار آیا ہے پستاں کا جو کچھ کچھ
دو سیب کے پھل سرو خراماں میں لگے ہیں

چلتے جگر و دل ہیں سحر روتی ہیں آنکھیں
آتشکدے یاں موسم باراں میں لگے ہیں

بینی کے قریب آنکھوں کو دیکھا تو یہ سوجھی
نرگس کے دو پھول خیاباں میں لگے ہیں

تو تولتا ایسا ہی آنکھوں میں بدو نیک
دو پلّے برابر تری میزاں میں لگے ہیں

شیدا ترے مضموں کی ثنا خوانی میں شاعر
جوں بلبل خوش لہجہ گلستاں میں لگے ہیں

دل گم گشتہ کی پائی نہ جب ہمنے خبر برسوں
تجسس میں پھرا انکی گلی میں منتشر برسوں

رہے فریاد کرتے پھر نہ دیکھا کچھ اثر برسوں
پٹکتے سر رہے ہم پر نہ لی آنسے خبر برسوں

رہا ہے انکی فرقت میں اندھیرا اپنے گھر برسوں
چراغوں کی جگہ جلتے رہے داغ جگر برسوں

نہیں معلوم ہے کر کر کے وعدہ تم نہ آؤ گے
ہماری شام فرقت کی نہ ہووے گی سحر برسوں

عجب کیا ہی جو شیدا آج وہ سر پہ چڑھاتا ہی
کہ پائی یار پر رگڑا ہی جسنے اپنا سر برسوں

مدت سے تھا شوق آج نظر آیا ہے پیارا — محبوب چمن میں

پھولا نہ سمایا دل پژمردہ ہمارا — فرحت سے بدن میں

فرقت سے شب و روز جلوں شمع کی مانند — میں عشق میں تیرے

پروانہ تجھے دیکھ کے ہو سکے گوارا — تجھ رخ کی لگن میں

غوغا یہ تری زلف معنبر کی ہے بو کا — ای ہندوِ کافر

برباد کیا ملک خطا چین ہمی سارا — پہونچی جو ختن میں

کیا حال بیاں راہ عدم کا کرے کوئی — گم عقل ہی اس میں

تنگی سے منہیں وہم کا تکان ہے گذارا — بیان سے دہن میں

مضمون ہوئے اشجار بنے حرف ہیں شاخیں — نقطے ثمر و گل

شادابی خدا داد سے پیدا ہے سخن آرا — شہپارہ کے سخن میں

ردیف واو

سولی چڑھ جائیگی قد دلبر کی آرزو
پھانسی کا گھر ہے زلف معنبر کی آرزو

ٹکڑا ہے تیرے پار نہیں تیغ سر کی آرزو
ہر اک رگ گلو کو ہے خنجر کی آرزو

او چھے لگے ہیں زخم جو ناوک کلائی کے
قاتل کو دیکھ ہنس پڑی خنجر کی آرزو

کب سینہ لپٹ کر وہ سوئینگے میرے ساتھ
کس دن بر آئیگی دل مضطر کی آرزو

تڑپایا مجھکو پا کے ملا دل اور وہ کرم
لے آئی ہو جو کچھ دل مضطر کی آرزو

خواہش ہے مجھکو آنکھ میں اسیری چاہ کی
دونوں طرف لگی ہے برابر کی آرزو

ممکن نہیں جو طائر وصل آئے دام میں
خواہش عبث اڑا لی ہے بے پر کی آرزو

آئینہ پر لالی چشمۂ حیواں سے تشنہ کام
بر آئی خضر سے نہ سکندر کی آرزو

مارے سیاہ زلف نے جسکی ڈسا مجھے
اسکے ہی لعل لب سے ہے منتر کی آرزو

آتا ہے سو برا لگے اچھا مرض عشق ہجر
ہے بستر کے ساتھ لگی شر کی آرزو

نکلا یہی تو وصل کا اثر ہوا
ہر دم ہے پاؤں کو مرے چکر کی آرزو

تلواریں سینہ پہ کھانیکو آئی ہیں یکقلم
پوری کرینگے آج ستمگر کی آرزو

روزِ جنوں ہے کسر و ہوا ہے حق نرخ زر
سوداؤں کو بڑھ گئی زیور کی آرزو

کیوں گود ہیں نہ اپنے لشکر کو ساقی گیر
راحت سے لے پسر کو ہے مادر کی آرزو

دم لیجئے اتنا آپ اجل آئی ہے تو آئیں
بر لائی حضور یہ دم بھر کی آرزو

شبیرا ہاتھوں کے وصف میں ہیں تر زباں کو کو
گر ہے خدا سے چشمۂ کوثر کی آرزو

زلف سرکار سے گر مجھکو سروکار نہ ہو
تو کسی قید میں شیدا یہ گرفتار نہ ہو

نہ رہے کاکل سے ترے رخ کو اگر پیار نہ ہو
سچ تو یہ ہے کبھی کافر کوئی دیندار نہ ہو

سخت دل ہی نہیں ملتا ہے کسیکا مطلب
آب پیکاں کبھی تر لب سوفار نہ ہو

پوچھئے مجذوب ہیں سب واقف راز محبوب
عشق میں جو نہ ہو دیوانہ وہ ہوشیار نہ ہو

ایک سے ایک بنایا ہے خدا نے افضل
حسن پر اپنے تو نازاں عیار نہ ہو

ق
قیمت دل کی ایک بوسہ تو سستا ہے کیا
جنس اسکی ہے گراں کوئی خریدار نہ ہو

سوال خود لیتا نہ اوروں کو ہی لینے دیتا
ایسے کا ہاتھ الٰہی کوئی دو چار نہ ہو

شہر خالی تری رونق سے نہیں اے مہ نو
عید کا چاند بھی کوئی رخ دلدار نہ ہو

رات تجھ سے شب وصل میں مانگی یہ دعا
مرغ گونگے ہوں موذن کوئی بیدار نہ ہو

دم کے دم ٹھہرےگا خود راہ میں پا بر رکاب
طبع نازک پہ یہ مہماں گراں بار نہ ہو

بات مطلب کی کہی میں نے تو حیلہ یہ کیا
دیکھ تو آ کوئی دشمن پس دیوار نہ ہو

زخم دل آپ ہرے رہتے ہیں ایسے ہر روز
سبز کر جا تو تجھے مرہم زنگار نہ ہو

تاک ہی جھانک کے آنکھوں میں بسر کرتا ہوں
زیست اپنی نہ ہو گر روزن دیوار نہ ہو

گیسو چھونے سے تو کوڑی پڑی اس عاشق
بوسہ لیکر کہیں کچھ اور گنہگار نہ ہو

نہ جگاؤ ابھی اس فتنۂ خوابیدہ کو
پہلے محشر سے کہیں حشر نمودار نہ ہو

نور پتلی کا ہماری تو ہی ہے شیدا
آنکھیں بیکار ہیں گر روزن دیوار نہ ہو
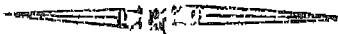
ردیف ہائے ہوز

جینے کا سہارا ہے تولائے مدینہ
مرکر بھی نہ چھوڑونگا میں صحرائے مدینہ

آنکھیں ہیں بہت روز سے شیدائے مدینہ
اللہ دکھائے رُخِ زیبائے مدینہ

جائے جو یہ سر کے قدموں سے تو بجا ہے
یہ پاؤں نکالے ہے تمنائے مدینہ

تقدیر کا اپنی ہے گڑا عرش پہ جھنڈا
ہوں روزِ ازل سے میں جبیں سائے مدینہ

پہونچائے گی کیا نارِ جہنم مجھے آسیب
جب ہوگی حصار اپنے لئے پائے مدینہ

جن پاؤں کا یہ تخت وہ روندا ہوا انکا
پھر عرش ہو کس شکل سے ہم پائے مدینہ

نکلیں شجرِ خامہ میں شاخ و ثمر و گل
تحریر کروں میں جو سراپائے مدینہ

یارب مری نظروں میں سما جائے ایسا
اٹھ جائے جدھر آنکھ نظر آئے مدینہ

ہے اہلِ بصیرت کی تمنا یہی دن رات
آنکھوں سے ملیں خاکِ کفِ پائے مدینہ

خاصیت اکسیر کو مٹی میں ملا دے
دے خاک کی چٹکی بھی جو صحرائے مدینہ

سب انبیاء آنکھوں سے لگائیں قدمِ پاک
نکلیں جو کبھی سیر کو مولائے مدینہ

پہنچائیں ملائک ہمہ تن نور کی پریاں
پڑ جائے اگر سایۂ آقائے مدینہ

جلتا طپش ہجر سے ہے آپکا شیدا
ٹھنڈا کرو اک دن اسے آقائے مدینہ

مثل مہ بالذات ہی بے نور دارا کن آئینہ
آپکے مہر رخ روشن سے ہے روشن آئینہ

عارض انور کا گر ہو جائے روشن آئینہ
روشنی طور کا ہو زیر دامن آئینہ

آج کل مصروف آرایش ہے وہ رشک ہما
کیا تعجب ہے اگر ہو جائے گلشن آئینہ

صحبت قاتل میں سیکھا ہے یہی چالیں کاٹ کی
دو بنا دیتا ہے مثل تیغ آہن آئینہ

گالیاں کیا ہیں سکندر کو جو کچھ سوجھی بجا
لوٹتا ہے یار کا ہر روز جوبن آئینہ

اچھی صورت کی خوشامد ہی کیا کرتے ہیں سب
مہر و مہ آئے ہیں آگے آگے بن بن آئینہ

ہو صفا قلب کا شاہد پئے منکر نکیر
قبر میں رکھدینا میری بعد مردن آئینہ

عکس کس کے سینۂ شفاف کا آئیں جڑا
بنگیا پرتو سے جسکے سنگ مدفن آئینہ

دوستی پر دشمن کا اچھے ہو وہ کیا دشمن پھر
ملگیا جب دشمن جاں ہو دشمن آئینہ

سیر کو بن ٹھن کے جاتا یار ہے تو بھی تو آج
دیکھ اُسکا اُسکو دکھلا اپنا جوبن آئینہ

منھ تو اپنا دیکھ لے تو اور چغلی یار کی
کھوئیگا قلعی تری یہ فعل ادون آئینہ

سیکھ لے مشاطگی کا طرز ہمسے آکے پاس
اسکو کیا جانے ابھی ہی محض کودن آئینہ

صدمہ فرقت بھی ہے دلکو اپنے اک مذاق
دیتا ہے پتھر پہ گر کر لطف ارگن آئینہ

خار مژگاں سے جو ہی دلمیں کھٹک کا کم نہ پوچھ
بن گیا ہے خود سراپا نوک سوزن آئینہ

حرص دنیائے دنی شیدا نہیں دل میں مرے
ہے اس آلائش سے اپنا پاک دامن آئینہ

ردیف یائے تحتانی

وہ چلتے ہیں زمیں پر جب اکڑ کے
تو رہ جاتے ہیں سرو باغ گڑ کے

بلائیں لیں تو فرمایا بگڑ کے
پرے گر بیٹھیں آئی ہاتھ سڑ کے

کرینگے خون اپنا تیرے در پر
لب لعلیں کے بوسے لینگے اڑ کے

مؤذن مرغ گھڑیالی عدو ہیں
شب وصلت ہے کیا کیا نہ دھڑکے

کسی ڈھب سے نہ آئے تھے مرے ہاتھ — منالایا اُنھیں میں پاؤں پڑ کے

سخن کے معرکے میں تیغ چلجائے — کوئی مضمون رہجائے جو لڑ کے

نہ آتے تھے کبھی آئے تو بولے — نہ ضد کرنا جو اُٹھ جاؤں میں تڑ کے

خدا کے ہوتے کیوں پوچھیں بتوں کو — فروع اصل وابستہ ہیں جڑ کے

اُنھیں مہندی لگانے سے غرض ہے — جلے کوئی بھنے کوئی کہ بھڑ کے

نہیں ہے ذہن کو بیوجہ گردش — یہ لاتا ہے نئے مضموں پکڑ کے

مریض ہجر سے کہتے ہیں تو نے — ہمیں رسوا کیا بیمار پڑ کے

یہ خو اچھی نہیں شیدا تمہاری
بہت لیتے ہو تم بوسے جھگڑ کے

ڈھونڈھنے کا اُس بت خودکام کا گھر اور ہے — بام کعبہ اور ہے کاشی کا مندر اور ہے

زاہدو رندوں سے کیوں کہتے ہو کوثر اور ہے — کیا خبر تم کو ہے وحدت کا ساغر اور ہے

لائینگے کیونکر سپیرے ہوش عشاق کو — زلف کی ناگن کے ڈس لینے کا منتر اور ہے

آبداری اسکی ایک طوفان کرتی ہے بپا — قطرۂ اشک اور ہے دریا کا گوہر اور ہے

وہ چراغ شب ہے یہ ہے آفتاب روز حشر — روئے دلبر اور ہے ماہ منور اور ہے

اے جنوں فصاد خواہاں کیوں ہیں میرے خون کے — چبھ گیا ہے جو مرے دل میں وہ نشتر اور ہے

کافر و دیندار جھگڑا کرتے ہیں بے فائدہ — کیا ہے مسجد میں جو بت خانے کے اندر اور ہے

واعظو تم کیوں ڈراتے ہو قیامت سے مدام — عاشقوں کے واسطے میدان محشر اور ہے

خضر سے مجکو نہ مطلب ہے نہ ہے زاہد سے کام — منزل عشق خدا کا کوئی رہبر اور ہے

صورت منصور اُس قد پہ فدا ہو کیا کوئی — دار پر جو کھنچ گیا وہ کاسۂ سر اور ہے

یار کی ترچھی نگہ تیغ دو دم سے کم نہیں — کون کہتا ہے کہ اس سے بڑھکے خنجر اور ہے

اے فقیرو خانۂ دنیا پہ اب تکیہ ہے کیا — باندھ لو بستر ہمیشہ کے لئے گھر اور ہے

اس سے بنجاتا ہے سونا اُس سے ہوتی ہے بنجا — خاک ہے اکسیر خاک کوئے دلبر اور ہے

فرش مخمل پر قدم رکھنے کی ہے پروا کسے — در پر اُسکے خاکساروں کا تو بستر اور ہے

اُسکے گھر پر جاکے دستک دینگے پھر شیدا ضرور

آزمانا ایک بار اپنا مقدر اور ہے

ہے ذوق جو مجھکو صفت خیر بشر سے
لازم ہے قلم ہو مرا جبریل کے پر سے

مجنوں سے ہوے کتنے مری وحشت کے اثر سے
فرہاد ہوا کوہ میں جا کر مرے ڈر سے

اُسکے لب شیریں کو قلم پوچھتا ہے کیا
لکھدے کہ ہیں شنجرف کے دو زیر و زبر سے

جس شعر میں ہوتا ہے بھری نعت کا مضموں
حرف اُسکے نظر آتے ہیں سارے گل تر سے

معبود سے بندہ ہوا اور بندے سے معبود
جسطرح ثمر نخل سے ہو نخل ثمر سے

سوکھا ہوا تھا باغ جہاں باد خزاں سے
پھر ہو گیا سرسبز مرے دیدۂ تر سے

جاری رہے یہ چشمۂ فیض انکھوں کا جس نے
داماں تمنا ہیں بھرے لعل و گہر سے

اب یہی ٹھانی ہے جو مانگیں گے تو بیکس
آخر تو دعاؤں کو مری ضد ہے اثر سے

ہم ڈھونڈھتے جو ہیں ہو جاتی ہے معدوم
تشبیہ دیں کس چیز کو ہم تیری کمر سے

دل آڑ کریں جان بچائیں وہ نہیں ہم
جو کام ہو سر کا نہیں لیتے ہیں سپر سے

شکوہ کروں کیا ضعف کا اپنے کہ عیاں ہے
مضموں بھی غزل میں مری ہوتے ہیں لچر سے

ہنس ہنس کے یہ کہتے ہیں کہ فرقت میں ہماری — تو روئے تو کچھ غم نہیں برسات تو برسے

مانا کہ ترے ڈر سے ہیں وحشت کا نہ لوں نام — پوچھے تو کوئی جا کے گریبان سحر سے

چکر تو ہے کیا شمع بنینگے مہ و خورشید — گر رہے تری محفل کا تماشا تو نظر سے

الفاظ خطِ شوق لئے جاتے ہیں خط کو — طائر نظر آتے ہیں یہ کھولے ہوئے پر سے

آثار نمودار ہیں سب کوچ کے شیدا
بڈھے ہوئے غافل ہو مگر زاد سفر سے

آج کوٹھے سے نہ نیچے پے نقاب آپنکو ہے — کیوں نہ ہو محشر زمیں پر آفتاب آپنکو ہے

حسن پر اُنکے جوانی سے شباب آپنکو ہے — تشنہ کاموں مژدہ ہو تیغ خوش آب آپنکو ہے

دیکھنا باقی ابھی ہم کو ہے حال سرنوشت — ہو چکی اب زندگی انکا جواب آپنکو ہے

تمتمائے ہیں گلِ عارض عرق کی ہے نمود — تاؤ پر ہے دیگ کھنچ کھنچ کے گلاب آپنکو ہے

روکتے تم کو نہیں کر لو جفائیں بے شمار — پر جتائے دیتے ہیں یوم الحساب آپنکو ہے

اُنکے سینے پر نظر آتا ہے اب کچھ کچھ اُبھار — جوش پر ہے حسن کا دریا حباب آپنکو ہے

عشق چشم مست میں وحشت دکھائیگی اثر
کرچکے ہیں ہوش رم کیفیت شراب آپنکو ہی

مصحف عارض کا کھلجائیگا مضمون ادق
خط کا ہے آغاز تفسیر کتاب آپنکو ہے

قبر میں ہم سوئیں کیونکر چین سے پھیلا پاؤں
دن غم محشر کا ہے روز حساب آپنکو ہے

نزع ہے لکنت زباں کو ہے مندی جاتی ہے آنکھ
جلد آئے پاسباں خواب آپنکو ہے

اے فلک عاشق کو ایذا دیکے تو پچھتائیگا
دیکھنا تاثیر دعا سے مستجاب آپنکو ہے

لوٹتی ہے چاندنی حسرت سے جلتی شمع ہے
چھپ گیا خورشید رشک ماہتاب آپنکو ہے

حسن بخشا ہی خدا نے اے بتو دے لو زکوٰۃ
دیکھ لو دن رات دور انقلاب آپنکو ہے

نار دوزخ سے بچا چاہے تو پی زاہد شراب
ہوگئے بیخود رہ جہنم کا عذاب آپنکو ہے

ہو چکے آراستہ غیروں کو اٹھوا دیجیے
بزم میں شیدا تمہارا اے جناب آپنکو ہے

خفا مجھ سے میرا صنم ہو رہا ہے
الٰہی یہ کیسا ستم ہو رہا ہے

نہ دکھلائی شکل آپنے روز روشن
اندھیرا دل پر الم ہو رہا ہے

ہمیں ایک سزاوار جور و ستم ہیں
تمامی جہاں پر کرم ہو رہا ہے

بلا کر کبھی ہائے اتنا نہ پوچھا
تجھے ایسا کیوں درد و غم ہو رہا ہے

خبر جلد لے آ کے رشک مسیحا
میرا بند سینہ میں دم ہو رہا ہے

تمنا ہیں شیریں کلامی کے تیرے
مجھے تلخ اب جام جم ہو رہا ہے

پسند آئے کیوں خلد شیدا کو شاکر
ترا کوچہ باغ ارم ہو رہا ہے

رکھئے نظر الطاف سدا اے شاہ حسین رحمانی
بندہ ہوں میں عاجز بے سروپا اے شاہ حسین رحمانی

دیکھا ہے تمہیں جب سے بخدا غم ہر دو جہاں سے خلاص ہوئے
دل و جاں سے تم پر ہوئیں فدا اے شاہ حسین رحمانی

نہ تو دل کو ہے خواہش حور پری ہی خلد بریں کا خیال ذری
نہیں اور ہوس ہے تمہارے سوا اے شاہ حسین رحمانی

ہوا آپ کے عشق میں مرض غضب تب غم سے جنوں میں ہیں روز و شب
مجھے وصل کی اپنی پلاؤ دوا اے شاہ حسین رحمانی

شب و روز وہ چشمہ جود رواں ہے تمام جہاں کو فیض رساں
ہیں ایک لائق جور و جفا اے شاہ حسین رحمانی

مجھے در سے جو اپنے ہے دور رکھا یہ ہے آپ کے لطف سے دور شہا
ہوئی ایسی ہے کونسی مجھ سے خطا اے شاہ حسین رحمانی

شیدا ہوں تمہارے ہی نام کا ہوں ناقص ہوں نہیں کسی کام کا ہوں

ولی نہار کو پہلوی گلیں سے جا اسے شاہ حسین رحمانی

ہجر میں جان اپنی رخصت ہوگئی
تیرے بیماروں کو صحت ہوگئی

میری الفت تیری شہرت ہوگئی
صاحبی اپنی بدولت ہوگئی

ہجر جاناں میں یہ حالت ہوگئی
موت کو بھی مجھ سے نفرت ہوگئی

مٹ گیا اب بخل انکا شکر ہے
گالیاں دینے کی عادت ہوگئی

دست قاتل کی حنا ہے میرا خون
سطے یہ ہاتھوں ہاتھ اجرت ہوگئی

ترک مے کیواسطے بکتا ہے کیوں
چپ ہوا ناصح نصیحت ہوگئی

بوسہ لب یار نے جب دیا
حرص کا باعث سخاوت ہوگئی

موت تو آئی تم آئے یا نہ آئے
مجھکو صحت بے عبادت ہوگئی

مست تھے ہر گھڑی اس چشم کا
ہم کو مے نوشی کی کثرت ہوگئی

تغیر کا کیا ذکر میرے حال پر
ہجر روتا ہے یہ صورت ہوگئی

شکوۂ خط و کتابت ہے فضول	ترک جب صاحب سلامت ہوگئی
اپنے گھر سے جب کبھی نکلا وہ بت	جلوہ گر خالق کی قدرت ہوگئی
ایک دل میں آرزوئیں بیشمار	دیکھئے وحدت میں کثرت ہوگئی
اسقدر زخمی دل صدچاک ہے	دیکھکر قاتل کو حیرت ہوگئی
چھٹ گیا فرقت میں مونس مرا	ہوش بھاگا عقل رخصت ہوگئی
تم جو آئے بیکسوں کی قبر پر	چاندنی لے یاد طلعت ہوگئی
آج کل گرمی پہ ہے انکا شباب	مہر میں افزوں تمازت ہوگئی
کچھ نظر آتا نہیں جز یار کے	مردم چشم اسکی صورت ہوگئی
پاؤں کی آہٹ سے مردے چونک اٹھے	چال سے انکی قیامت ہوگئی
وہ لب شیریں جو یاد آئے مجھے	نزع کی تلخی حلاوت ہوگئی
زندہ جاوید قاتل نے کیا	خونبہا میری شہادت ہوگئی

یاد اسکی کسطرح شیدا بھلائے

نقشِ دل پر جب وہ صورت ہو گئی

وقارِ بارشِ بارانِ چشمِ تر نہ رہے
اگر جہاں میں پانی کمر کمر نہ رہے

مجھے وہ چاہئے مے جس سے کچھ خبر نہ رہے
غمِ فراق کا دل پر مرے اثر نہ رہے

نہ اب وفا نہ مروت رہی حسینوں میں
پھلیں جو نخلِ محبت میں وہ ثمر نہ رہے

ہزار شکر کہ مدت میں اس کو رحم آیا
ہمارے نالۂ شبگیر بے اثر نہ رہے

حضور اب تیری یاد سے ہلیں گے فلک
وہ پہلے نالے مرے جو تھے بے اثر نہ رہے

اثر ہے اب مری آہوں کا ہجر پر یارب
گئے ہیں جب سے مرے نالے بے اثر نہ رہے

دکھاؤں سوزِ دل و چشمِ نم کا زور اگر
تو بحر تر نہ رہے اور خشک بر نہ رہے

میں جاں نثار تو موجود ہوں بھلا ہی ترک
تو قتل غیر کو کرنا جو میرا سر نہ رہے

نگاہِ تیغ تری کاٹے سلسلہ یہ مرا
رہے نہ زلف کا سودا جو میرا سر نہ رہے

نشانہ سے ترا تیرِ نظر نہ خالی جائے
قبول ہے نہ رہے دل مرا جگر نہ رہے

محال ہے حرکت بھی بغیر اعضا کے
وہ مرغِ خاک اڑے جس کے بال و پر نہ رہے

ہوئے ہیں ایسے کچھ آوارہ اشک خانہ خراب
کہ اپنی آنکھ میں بھی طفل بدگہر رہے

مکدر آئنہ دل یہ اُنکا ہے ہم سے
دکھائیں منھ بھی کسیکو ہم اسقدر رُخ ہے

اثر پر نور رخ یار دیکھے بینا ہو
اصم جو بات سُنے اُسکی گوش کر رہے

تمہارے کوچہ سے اے سیمبر وہ جائے کہاں
جسے وہ خاک ہو اکسیر حرص زر نہ رہے

وہ ترک چھوڑتا کب ہے بغیر سر کاٹے
جو عاشقوں کی حفاظت کو دل سپر رہے

اُسکے لب کی عذوبت ہی جہاں شیریں
کرے نبات تو شیرینی شکر رہے

خدا کو خاک ہو تقریر اُس بشر کی پسند
جزا و شرط کی اپنی جسے خبر نہ رہے

غرور حسن سے مدہوش ہی جو ای شیدا
وہ خاک لطف کرے جسکو کچھ خبر رہے

مانا تری کمر سے عدم کی مثال ہے
باقی مگر دہن میں ابھی قیل و قال ہے

جلوہ نما کب اُس رخ روشن پہ خال ہے
اسپند ہے کہ دافع عین الکمال ہے

جو باکمال ہے اُسے آخر زوال ہے
بدر و ہلال دیکھ لو اسکی مثال ہے

چڑھ کر جو ماہ بدر ہوا کیا کمال ہے — دیکھے تو اپنی اصل کو آخر ہلال ہے

ابرو ہلیں تو آئے قیامت کا زلزلہ — بھونچال جس کو کہتے ہیں وہ تیری چال ہے

رنگیں مزاج یار کے قربان جائیے — مقتل میں تیغ جسکی شفق کا ہلال ہے

عاشق جو ہو تو نام کٹے فرد زیست سے — کس کا تمہارے عہد میں چہرہ بحال ہے

جوڑ دے گے کسطرح دل عاشق کو توڑ کر — اُسکی شکستگی بھی تو شیشہ کا بال ہے

لیجائینگے حسین نہ عشاق اسکو ساتھ — وہ دن جہاں میں حسن کی بس دیکھ بھال ہے

ملتا نہیں نشان جو ڈھونڈھتے بھی کہیں — شاید کمر بھی آنکی ہماری مثال ہے

آب حیات خضر سے ممکن نہیں ہے زیست — فرقت میں آ چکی ہیں جینا محال ہے

دشنام تلخ کا بھی مزا اس سے پوچھیے — جسکو کہ قند آپکے منہ کا اوگال ہے

تیری وصال میں ہے گھڑی بھر کا ایک سال — فرقت میں تیری ایک گھڑی ایکسال ہے

پھرتی نہیں ہے آنکھ کی پتلی نظارے سے — کیا زلف یار مردم آبی کا جال ہے

انگور کی شراب جو کھینچی ہے یار نے — منظور زخم دل کا مگر اندمال ہے

وقت شباب بھر کے ملیں آنکی چھاتیاں
اے چرخ نیرین کا یہ اتصال ہے

خورشید تھر تھرا ہے ترا رعب دیکھ کر
تجھسے لڑائے آنکھ یہ کسکی مجال ہے

شان خدا مرے دل و دیدہ سے ہے عیاں
سوکھا کہیں پڑا ہے کہیں برشکال ہے

مٹی سے میری اسنے بنایا نہ جام مے
میں ہوں کہ پیش ساقی کوثر کلال ہے

صد حیف میری گل سے نہ ساغر بنا دیا
دشمن مرا رقیب سے بڑھ کر کلال ہے

بیچین اسکو کیجئے وقت مراجعت
وہ گھر جو میرے آئے ہیں اسمیں چال ہے

شیدا سے وعدہ کرکے تم آئے کبھی پاس
سچ ہے قسم بھی آپکی جھوٹھا ٹھپال ہے

کس بہار حسن کی آمد کا غل گلشن میں ہے
جو ہر اک مسکن گزین بوستاں بن میں ہے

زلف کے پیچوں سے دل اس تبہ الجھن میں ہے
جاے سبزہ ہر جگہ کنگھی مرے گلشن میں ہے

اسقدر ہی مجھکو سوداے شہادت قاتلا
بھر لی ہر دم تیرے خنجر کا جو رگ گردن میں ہے

خاک سونگھے عطر مٹی کا دل خو کردہ یار
وہ کہاں بو اسمیں جو خوی تن پیرہن میں ہے

اسکے کاٹے کا نہیں منتر کہیں دنیا کے بیچ — زہر کالے میں کہاں جو زلف کی ناگن میں ہے

تاکتے ہیں غیر تجھکو آکے ای رشک پری — یہ جھرا رخنہ تری دیوار کے روزن میں ہے

لالہ رویوں سے جو تھی شیدا مجھے الفت کمال

بعد مردن روح اپنی پھولوں کے خرمن میں ہے

کرے تعریف کیونکر عاشق دلگیر سرمہ کی — زباں ہو گنگ منہ تک آئی گر تقریر سرمہ کی

کھلے بندوں قیامت تک اٹھائینگے یہ دیوانے — پڑے پا دو چشم مست میں زنجیر سرمہ کی

نگہ جادو بھری چتون غضب تیور زہر آنکھ کی — بلا کیا کیا نہ فتنے کرتی ہے تاثیر سرمہ کی

جو لکھی ہے سیہ بختی سراسر میری قسمت میں — بنی شاید ہی اصل خامۂ تقدیر سرمہ کی

نگاہ سرمہ سا میں کرے ہے قتل لاکھوں کو

بلا کی کاٹ شیدا رکھتی ہے شمشیر سرمہ کی

قسمت عاشق جانباز اگر رسیدہ ہی ہے — یار آئیگا ادھر راہ گذر رسیدہ ہی ہے

موسم آیا ہے شاخ گل نو رسیدہ ہی ہے — زور پر کیوں نہ ہو بلبل کہ ثمر رسیدہ ہی ہے

دل میں کچھ فرق ہے ظاہر میں نظر سیدھی ہے
دستِ سفاک میں شمشیر دو سر سیدھی ہے

منہ بنا لیتے ہیں جب زلف اٹھائیں رخ سے
کونسی شب ہے مجھے جسکی سحر سیدھی ہے

منزلِ عشق میں ہے خطرۂ جاں ہر لحظہ
راہ وہ جسمیں نہو خوف و خطر سیدھی ہے

بال بل رکھتے ہیں ہمسے یہ تری زلفوں کے
کیا ہوا مانگ بجای رشکِ قمر سیدھی ہے

مہرباں وہ ہیں تو ہیں تیغ بکف مجھپہ رقیب
سامنے سیف کے جب آنکی نظر سیدھی ہے

گر بچے کژدمِ ابرو سے ڈسے زلفِ سیاہ
سہے رہِ مانگ میں کیا امن کدھر سیدھی ہے

اُنکے گھر تک تو گیا پر وہ نہ نکلے باہر
اُلٹی تقدیر ہے تدبیر اگر سیدھی ہے

ہارِ عشاق نگر ڈال دیا کاندھے سے
آج کل کاکلِ مشکیں کی کمر سیدھی ہے

کشورِ دل پہ چڑھائی بتِ سفاک کی ہے
صف بصف فوج ظفر آتی ادھر سیدھی ہے

غیر لانے لگے پیغام وصالِ جاناں
بگڑی بنجاتی ہے تقدیر اگر سیدھی ہے

مانعِ موت نہیں کوئی شبِ فرقت میں
چلی آئے رہِ دروازۂ در سیدھی ہے

کیوں کریں مانگ کے ہوتے ہوئے ہم منتِ خضر
راہ ظلمات کی اے اہلِ سفر سیدھی ہے

بل کرے لاکھ تری زلف دوتا گو ہم سے ۔۔۔ بال بانکا نہو تقدیر اگر سیدھی ہے

سر تسلیم سدا چاہیئے خم اے شیدا
کاٹتے ہیں اُسے جو شاخ شجر سیدھی ہے

لکھوٹے پہ مسی جمائی ہوئی ہے ۔۔۔ دھواں دھار آتش لگائی ہوئی ہے

رقیبوں کا مُنہ تھا جو محفل میں آتے ۔۔۔ یہ بیٹھن اُنہیں کی بچھائی ہوئی ہے

دہن میں نہیں اُسکے ہرگز گلوری ۔۔۔ یہ کوثر کے چشمے میں کائی ہوئی ہے

تپ غم کو عناب لب سے کفایت ۔۔۔ دوا یہ مری آزمائی ہوئی ہے

نہ چھیڑ اُسکی زلفیں یہ کالے ہیں ہری ۔۔۔ تری موت کیوں اے دل آئی ہوئی ہے

لگی چرخ تک ہے مگر آہ سوزاں ۔۔۔ جو برق فلک تلملائی ہوئی ہے

ترے جھانجھ لانے سے ہم ڈرتے کب تھا ۔۔۔ یہ نوبت تو برسوں بجائی ہوئی ہے

لگے دخت رز پہ نکیوں تاک اپنی ۔۔۔ کہ انگوری پوشش رنگائی ہوئی ہے

تری بزم میں غیر سے راگ لاؤں ۔۔۔ یہ ڈومنی میرے جی میں سمائی ہوئی ہے

جو ٹر نگا تری بات سے دل شکستہ / کہیں بے اثر مومیائی ہوئی ہے

ہوا ہے کسی بت کا مداح شیدا
خدا تک جو اسکی رسائی ہوئی ہے

بے نور مہر و ماہ ہے گالوں کے سامنے / گھٹ جاتی ہے گھٹا تری بالوں کے سامنے

اشکوں نے جی نہ میرے جو آنکھوں رولا لیا / ہیرے ہیں کیسے پسند ہوں لالوں کے سامنے

جان و جگر ادہر صف قزاقاں ہیں معترض / پلٹن کے مورچے ہیں سالوں کے سامنے

جادو کیا ہے یہ تیری چشم سیاہ نے / آنکھیں چرائیں شیر غزالوں کے سامنے

بے زندگی کفن کا نہ رخ پر کہیں نقاب / منہ مت چھپاؤ چاہنے والوں کے سامنے

شیدا کے آگے کب کسی شاعر کو ہو فروغ
جلتے کہیں چراغ ہیں گالوں کے سامنے

شب وصال نہ لطف شراب پایا جیسے / کہ سینے سے مرے لپٹے وہ بے حجاب رہے

بدیر نگاہ کرم حسن میں حجاب رہے / الٰہی آنکھا سلامت یہی شباب رہے

شب وصال جو وہ ہمسے بے حجاب رہے — رقیب رشک سے جل جل سیاہ تاب رہے

زمیں پہ نور فگن جبتک آفتاب رہے — وفور حسن کو لے رشک ماہتاب رہے

نکات مصحف عارض کے ہم محقق ہیں — کہ عہد طفلی سے پڑھتے یہی کتاب رہے

کبھی نہ بزم میں آنکی گذر ہوا اپنا — ہم اس جریدہ میں بھی فرد انتخاب رہے

عرق فشانی رخسار ہے ثبوت شباب — وہ پھول سفل ہیں جنمیں نہ کچھ گلاب رہے

نہ بوسے خال نہ خط کے نہ رخ کی مجکو ملے — ابھی ہیں آپکے باقی کئی حساب رہے

ہمارے آنکے کہا بوسے کو تو گالی دی — یہی سوال رہے اور یہی جواب رہے

تمہارے عہد میں عاشق کی ہی یہی تھی قدر — ذلیل خوار رہے مورد عتاب رہے

کوئی رفیق بھی افلاس میں شریک نہیں — کہاں پیالہ نہ شیشے جب نہیں شراب رہے

جفا و جور میں لیل و نہار کٹتے ہیں — ترے ستم کا ہمیں یاد کیا حساب رہے

خیال زلف نہ چھوٹا میں ہی گیا سر سے — تمام رات پریشاں ہمارے خواب رہے

گذر کے شعلۂ رخ سے چلے جو تیر نگاہ — پہنچ کے میرے دل میں بنے کباب رہے

پھر آج کیوں اثر جذب سے بلاتے ہیں
جو اجتناب کیا ہے تو اجتناب سے ہے

نہ اعتدال سے باہر قدم رکھا ہمنے
جنوں پہ ضبط کے باعث فتحیاب سے ہے

کرینگے توبہ تو ہم لیک بعد فصل بہار
کشادہ آن دنوں تک سکا گرچہ باب سے ہے

ہمارا پاس ادب آپکی حیا دونوں
شب وصال بھی باعث حجاب سے ہے

کیا خراب یہ گھر میں اشک نے شیدا
نہ دور کیوں مری چشم تر سے خواب سے ہے

ہجر ساقی میں یہ دل ساغر ہے اور ٹوٹ جائیگا
جام مے کا مری انگشت پہ ہے اور ٹوٹ جائے

میری آہ گرم فرقت میں اگر پاسکے عروج
آبلہ یہ گنبد اخضر بنے اور ٹوٹ جائے

اُسکے دنداں کے تھے وہ موتی جو چمکے آنکھ سے
ایک اک آنسو مرا گوہر بنے اور ٹوٹ جائے

کیا عجب ہے عکس میں پیمان کا اُنکے بزم میں
وجہ تسکیں دل مضطر بنے اور ٹوٹ جائے

سیر دریا کو جو تو جائے تو شوق دید میں
چشم کی صورت حباب اُٹھکر بنے اور ٹوٹ جائے

میں وہ صحرا گرد ہوں ممکن نہو پھر بھی سکوں
آبلہ جو پاؤں کا خود سر بنے اور ٹوٹ جائے

دست ظلم باغباں سے فصل گل میں قہر ہے
باغ میں ہر غنچۂ گل کھلکر بنے اور ٹوٹ جائے

کیا قیامت ہے کہ جور دست گلچیں کے سبب
غنچہ بھی ہر پھول کا ہمسر بنے اور ٹوٹ جائے

دل لگی کا لطف کیا جب ہاتھ سے اکھڑی پتنگ
مشغلہ اس لطف کا اوڑکر بنے اور ٹوٹ جائے

لاغری میں ہم سے دیوانے اگر صحرا کو جائیں
طوق گردن پاؤں کا لنگر بنے اور ٹوٹ جائے

ہائے لکنت کا برا ہو یار کی ہر ایک بات
لعل لب تک آتے ہی گوہر بنے اور ٹوٹ جائے

پھوٹی قسمت کا اثر باقی ہے شیدا آج تک
کیوں نہ مٹی کا مری ساغر بنے اور ٹوٹ جائے

دعا خدایا مری مستجاب اثر میں رہے
کہ جام بادہ رہے کف میں یار بر میں رہے

خیال یار دم مرگ تک نظر میں رہے
اکیلی روح کا ساتھی کوئی سفر میں رہے

مکاں ہے خالی کہیں آئے بھی تیر نگاہ
رہے وہ پہلو میں دل میں رہے جگر میں رہے

یہ خط شوق ہے ہر حرف جس کا طائر ہو
نہیں وہ نامہ کبوتر جو تیرے پر میں رہے

حیا سے آنکھ چراتے ہو آج شیدا سے

بتا و رات کو کس بد سیر کے گھر میں رہے

سودا ہو تری زلف کا سودا ہی تو یہ ہے
الجھا رہے دل اسمیں تمنا ہی تو یہ ہے

اُس شوخ کی رفتار سے پامال ہیں لاکھوں
دنیا میں قیامت کا نمونہ ہے تو یہ ہے

ہے خار کا عالم تن کا ہیدہ میں میرے
دل میں فلک پیر کا کھٹکا ہے تو یہ ہے

زلفوں میں چھپنا رخ کو لیما مارنا دل کو
دن رات تری بزم میں چرچا ہی تو یہ ہے

موت آئے تو جی جائیں ہوں تکلیف سے جانبر
شیدا تپ فرقت میں مسیحا ہے تو یہ ہے

لبوں تک نہ آیا دو سے ہوئی خطا میری
زبان نے آپ ہی فرما دیئے سزا میری

نہ یاد ہے انہیں الفت نہ کچھ وفا میری
جفائیں کرتے ہیں کیا جانے دل کیا خطا میری

نہیں ہے خواہش دل اور دلربا میری
ادا سے دیکھو ہی ہے بس التجا میری

وہ آئیں گھر میرے سنبھلے اگر خدا میری
بتوں کو پوجتے جائینگی پھر بلا میری

ملے ہے برگ کہیں گلشن سخن میں نہیں
بندہ ہی ہے شیدا تو نہیں آج کل ہوا میری

لپٹ گئے دئے بوسے بلائیں لیکے کہا
کسو پسند بھی آئی کوئی ادا میری

ہے کھانے پینے کو خون دل غم فرقت
بہت دنوں سے اسی پر ہے یہ غذا میری

نصیب کی ہے یہ گردش ملے نہ کہنا کبھی
ہزار دانت اگر پیسے آسیا میری

سبھوں نے لی ہے زر گنج حسن سے رشوت
کہیگا کاہیکو اب کوئی آشنا میری

گئے وہ خوں سے مگر پر گواہ ہو نہ چکا
کہ ہاتھ باندھ کے لائی انہیں حنا میری

کمر کے مضموں کو لائی ہے لامکاں باندھ
تمہیں قسم مری کیا فکر ہے رسا میری

پھرا ہوں عمر بھر اس سیمتن کے کوچے میں
بتاؤ کیوں نہوا اکسیر خاکپا میری

ابھی نہ جا مرے پیچھے کوئی نہیں بالع
ہے سانس باقی کوئی دم کی شفقا میری

بلا وضو نہیں جاتا ہوں سوئے میخانہ
یقیں ہوا مجھے ہے روح پارسا میری

گھٹایا ضعف نے یاں تک عدم محسوس ہوا
ٹٹولتی رہی بستر مرا قضا میری

شرر سے چھوٹا مرے دل کا ایک گر نہ ہوا
کرے گی ہمسری آہ کی برق کیا میری

حنا کا کرکے بہانہ نہ گھر سے وہ نکلا
جو پہونچی کان میں اس شوخ کے صدا میری

وہ آئیں سامنے آگے تو جان بچ جاوے   تو خط سے کہیو خبر پہلے قاصد میری

لیگا وہ بت کافر پھر آگے اے شیدا
خدا قبول کریگا کبھی دعا میری

مخمس بر غزل دیوانہ

نہ ہنسکر بولنا نے سینہ سے لگجانا آتا ہے   نہ اعجاز مسیحائی کو لی دکھلانا آتا ہے
تشفی جی کی کرنا اور نہ کچھ سمجھانا آتا ہے   نہ بوسہ دینا آتا ہے نہ دل بہلانا آتا ہے

تجھے اے کافر ترسا فقط ترسانا آتا ہے

تم افضل حسن میں ہو ہم ہیں علم عشق میں فاضل   جو دلبر ہے بدل تم ہو تو ہم ہیں عاشق بیدل
کمال اک ایک فن میں الغرض دونو کو ہی حاصل   جو تم ہنسنے میں ہو مشاق ہم رونے میں ہیں کامل

تمہیں بجلی گرانا ہم کو مینہ برسانا آتا ہے

بجوش گرمی الفت ہم دل جوش کھاتا ہے   دو چنداں نشہ مے مستوں کو مستی میں لاتا ہے

نہیں کوئی خوشی سے جامہ میں پھولا سماتا ہے
صراحی قہقہہ بھرتی ہے مینا مسکراتا ہے
ہمارا یار جس دم جانب میخانہ آتا ہے

لگا کر لب کی شیرینی سے پھر صید دل لایا
مژہ کی برچھیوں سے کر کے گھایل ایک نیا کھپایا
بنا کر گندمی رنگ رخ پر نور کا دانا
بچھا کر دام گیسوئے رخ پہ وہ صیاد یوں بچھلا
یہ وہ پھندا ہے جس میں مرغ دل بے دانہ آتا ہے

جگر میں درد لب پر آہ دل مضطر چشم تر
گریباں تا بہ دامن چاک اڑتا خاک ہے سر پر
ذرا وہ بھی تو دیکھے اس سے پلہ کیوں جا کر
گلے میں طوق بیڑی پاؤں میں لڑکے لئے پتھر
تجاہل سے پشیماں ہے او بت تیرا دیوانہ آتا ہے

مخمس بر غزل عشرت

بیاد ہجر جو اس نے شوق ابھی سے ہے زباں پہ آ گئے ہو
غم فراق کی دل پر رمق ابھی سے ہے
انہیں تو خوف ہے کا ہیر و جم سبق ابھی سے ہے
شب وصال میں دل پر قلق ابھی سے ہے

سحر ہے دور مرا رنگ فق ابھی سے ہے

جو تیرے عشق میں ثابت قدم تھا اور کامل
تماشہ تو بھی تو آکر کے دیکھ اے قاتل
تو دیکھ لاشہ کو میرے گیا ہی عرش بھی ہل
ہنوز دفن ہوا ہی نہیں ترا بسمل
کہ زلزلہ بھی زمیں کا طبق ابھی سے ہے

سناؤں حال میں الفت کا کیا تجھے قاصد
قسم ہے تجھکو مرے سر کی دیکھ لے [illegible]
مجھے تو انس دلی اُس پری سے ہے قاصد
میں لکھ چکا ہی نہیں حال دل اُسی قاصد
ہوا سے شوق میں اُڑتا ورق ابھی سے ہے

حنا کا رنگ بھی جسکے قدم کو بار لگے
بیان کیا کوئی اُسکی نزاکتوں کا کرے
تو پوچھ زلف کا کیونکر کمر سنبھال سکے
گیا نہیں یہ ارادہ جو سیر باغ کا ہے
یہ نازکی کہ جبیں پر عرق ابھی سے ہے

یہ آج بے وجہ ہنسنا نہیں ترا عشرت
بتا تو شب کو کہاں کیا یہ ماجرا عشرت
جو باغ باغ ہو گل کی طرح کھلا عشرت
کسی کی شام کے آنے کو کیا کہا عشرت

جو منہ پہ آپکے پھولی شفق ابھی سے ہی

مخمس بر غزل حسن

نہیں ہے قتل میں عشاق کے تقصیر سرمہ کی
کریگی کچھ نکچھ اندھیر اب تنویر سرمہ کی
جمی نظروں نہیں خود سفاک کے توقیر سرمہ کی
کھنچی ہے چشم قاتل میں عجب ایک تحریر سرمہ کی
نظر آتی ہے دست ترک میں شمشیر سرمہ کی

یہ ایسے تیز رو ہیں باد صرصر گرد ہو جیسے
ہرن کو چشم جاناں سے عبث تشبیہ ہیں دیتے
بلا کی گردشوں کو جیت آہو کسطرح پہونچے
غزال دشت آنکھوں کی مماثل ہو نہیں سکتے
یہ وہ آہو ہیں جنکو چاہئے زنجیر سرمہ کی

یہی آتا ہے دل میں طور کو آتش لگا دیتا
نہ کیونکر رشک قدر و منزلت پر اسکی ہم کھا دیتا
جہاں سے سرزمین اصفہاں کو نیست کر ڈالیں
لگاہیں ہے تجھے خوبان مہوش اپنی آنکھوں میں

بنائی ہائے کیا اللہ نے تقدیر سرمہ کی

ترے تارِ نگہ ایجاں میں سُتے ہیں الفت کے
بنائے حق نے ہیں پر وفیلتے رفع وحشت کے

کرشمہ عشوہ و انداز ہیں وابستہ علالت کے
تری آنکھوں کے ڈورے ہیں کہ صنم گنڈی ہیں صحت کے

عصائے مردم بیمار ہے تحریر سرمہ کی

سیہ مست آنکھ کافر کی غضب آنکھیں دکھاتی ہے
کرے لیتے سوتے شب کو نیند کو سولے

دشیدا کی نظر میں پھر کوئی صورت سماتی ہے
حسن جو وقت چشم مست جاناں یاد آتی ہے

تو بھر جاتی ہے آنکھوں میں مری تصویر سرمہ کی

مخمس بر غزل خسرو

ترے مقابل حسن میں کس طرح ہوں حور و پری
ہے تیری نور ذات کا اک ذرہ مہر خاوری

کی ختم تجھ پر صانع قدرت نے سب کاریگری
اے چہرۂ زیبا تو رشک بتانِ آذری

ہر چند وصف میکنم در حسن زان زیبا تری

قربان تیرے حسن پہ خورشید و ماہ و مشتری / صدقے ہی تیری چشم پہ ہر آن سحر سامری

کیونکر غلامی سے تری لب ہو حضرت یوسف بری / اے چہرۂ زیبا سے تو رشک بتاں آذری

ہر چند وصف میکنم در حسن زان زیبا تری

موجود ہے تو ہر جگہ تجھسے خلا کو ہے بری / پائی مراتب نے تری عقل رسا سے برتری

کس شے سے دوں نسبت تجھے تشبیہ سے تو ہے بری / تو از پری چابکتری وز برگ گل نازکتری

وز ہر چہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری

ناز و ادا و دلبری جور و جفا لطف و کرم / سامان موت و زندگی ہیں تیرے سب یکسر بہم

تجھسا نہ دیکھا دوسرا دنیا میں خالق کی قسم / آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

جب سے دل خود رفتہ میں الفت ہے تیری راہ کی / تجھ میں فنا ایسا ہوا میری خودی تک مٹ گئی

جب آپ کو گم کر دیا تب بات یہ حاصل ہوئی / من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

شمسی ندانم یا قمر یا زہرہ و یا مشتری

اے باعث آرام جان و بانی مہر و وفا
اے غمگسار عاشقاں و صاحب شرم و حیا

لازم ہے اپنے بھی کرم تھوڑا سا شیدا کی طرف
خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہر شما

باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

دیگر غزل حقیر

شب یلدا تمہاری زلف کو ہم سمجھتے
رخ روشن کو ہم خورشید تاباں کی ضیا سمجھتے

بہت کچھ اور بھی ہے جو پوچھو کیا بھلا سمجھتے
بتادیں سب ہم تمہارے کاکل و عارض کو کیا سمجھتے

اسے ہم سانپ سمجھے اور اسے من سیاہ کا سمجھتے

تجلی سانپ کے من سے فزوں کی روئے روشن ہیں
سیاہی زلف کی دیکھیں تو کالا زہر کہاں ہیں

ہمیں تو ہیں بہت معلوم آن دونوں کی تشبیہیں
پھر کیا شبیہ ہے کہوں دونوں کی نسبت دنیا

ہما عارض کو اور گیسو کو ہم ظل ہما سمجھے

تمہارے زلف و رخ کی جسکو دولت ہاتھ آئی ہے | شہنشاہی وہ ہفت اقلیم کی دم میں لٹا دیوے
ہما سے دیکی نسبت ہم بہت ہی دلمیں پچھتائے | غلط ہی ہو گئی تشبیہ اک طائر کے کہنے سے

اسے برگ سمن اور اسکو سنبل کی جٹا سمجھے

گل لالہ میں کب عارض کی ہے رنگت معاذ اللہ | بنفشہ میں کہاں زلفوں کی ہے خصلت معاذ اللہ
جو شے ہے چند روزہ اس سے کیا الفت معاذ اللہ | نباتات چمن سے انکو کیا نسبت معاذ اللہ

اسے برق اور اسے ساونکی ہم کالی گھٹا سمجھے

گھٹا سرتی ہے پانی جنکے آگے یہ وہ زلفیں ہیں | وہ رخ ہے دیکھ جسکو تلملائیں برق کی آنکھیں
جو ہو برسے برس آتش سے بھی بڑھکر کے ہم کہیں کیا | گھٹا اور برق کیا ہے کیوں گھٹا کر انکی نسبت دی ہیا

اسے ظلمات اسکو چشمۂ آب بقا سمجھے

تمہارے دونوں رخسارے ہیں چشمے آب کوثر کے | تمہارے گیسوئے پیچاں ہیں چرتے مشک و عنبر کے
یہ ہیں گو نام تشبیہیں لیکن انہیں کدھر کرکے | جو کہتے یہ فقط خصوصیں ہیں خضر و سکندر کے

یدِ بیضا اسے اور اُسکو موسیٰ کا عصا سمجھے

تمہارے روی نورانی سے صاف اسلام ہے ظاہر
جو دیکھے آپکے گیسو مسلماں سے بنے کافر

فقط ہم اسلئے حالِ طبیعت کے ہیں مستفسر
اگر یہ بھی پسندِ خاطرِ والا نہوں تو پھر

اسے وقتِ نمازِ صبح اور اُسکو عشا سمجھے

کہو والشمس سے روی مبارک کو نسبت دو
کہو تو لیلۃ القدر آپکی زلفوں کا ہیں کہدو

جو تشبیہ لکے پسند آتے نہیں ہیں تم کو یہ مضموں
حقیر ان ساری تشبیہوں کو لوٹ کر کے کہتا ہے

سویدا اسکو سمجھے اور اُسے نورِ خدا سمجھے

مخمس دیگر بر غزل شوق

اغیار سب نے آ کے ہیں پیارے کئی دن سے
مرتے ہیں ہم اس رشک سے یار کئی دن سے

اب تجھ سے ہیں کچھ جو نہیں اشارے کئی دن سے
کہنے میں نہیں ہیں وہ ہمارے کئی دن سے

پھرتے ہیں انہیں غیر اُبھارے کئی دن سے

آتے نہیں تم گھر جو ہمارے کئی دن سے
شب کٹتی ہے گن گن کے ستارے کئی دن سے
بھاتے نہیں حوروں کے نظارے کئی دن سے
جلوے نہیں دیکھے جو تمہارے کئی دن سے

اندھیر ہے نزدیک ہمارے کئی دن سے

اُس غیرتِ یوسف کا ہوا جب سے ہی شہرا
لاکھوں ہیں خریدار ہزاروں ہیں زلیخا
مشکل ہے وہاں یک نظر کا بھی گذارا
عشاق سے ہے کوچۂ معشوق میں میلا

رستہ نہیں ہے بھیڑ کے مارے کئی دن سے

پھرتا نہیں گھر میں وہ کبھی اٹھ کے پھر سے
نالاں رہے کوئی کہیں یاد میں کو تر سے
ٹکرائے کوئی لاکھ سر اُس گھر کے در سے
بے صبح نکلتا نہیں وہ رات کو گھر سے

خورشید کے انداز ہیں سارے کئی دن سے

کچھ بات نہیں شرم کی آنکھیں نہ چراؤ
مختارِ طبیعت ہو جہاں ہو کہیں جاؤ
مانوس ہوا غیار سے گو ہم سے چھپاؤ
ہم جان گئے آنکھ ملاؤ نہ ملاؤ

بگڑے ہوئے تیور ہیں تمہارے کئی دن سے

برسوں رہے برگشتہ بہت مجھکو ستایا
بارے مری تقدیر سے یہ دن نظر آیا
ہچکی نے میری تمہیں سوتے سے جگایا
آخر مری آہوں نے اثر اپنا دکھایا

گھبرائے ہوئے پھرتے ہو پیارے کئی دن سے

دیکھ آپ کی شکل اتنو ہی آئینہ بھی حیران
بکھرے ہوئے ہیں بال پریشانی کی سامان
کنگھی کی خبر تمکو نہ چوٹی کا ہی کچھ دھیان
کس کشتہ کا کل کا لیا سوگ میرے جان

گیسو نہیں کیوں تمنے سنوارے کئی دن سے

انگڑائی تو نہ تھا آپکی سج دھج کا یہ عالم
اب کیا ہوا بھرتی ہو دم سرد جو پیہم
سیدھا ہے ملبوس بدن ڈھیلی ہے محرم
کس چاک گریباں کا لیا آپنے ماتم

کپڑے بھی نہیں تمنے اتارے کئی دن سے

ملتے ہیں نئے ہم کو خطاب اتنو برابر
اللہ سلامت رکھے اس قدر کا دلبر
مجنوں کبھی بیدل کبھی حیراں کبھی مضطر
دیوانہ بھی سودائی بھی فرماتے ہیں اکثر

اِن ناموں سے جاتے ہیں پکارے کئی دن سے

اک روز کیا تھا رخ روشن کا نظارہ
اب ملنے کی طاقت نہ نکلنے کا ہے یارا
مژگاں نے بھی مارا ہمیں ابرو نے بھی مارا
دل پھنس گیا ہے آپ کی زلفوں میں ہمارا

ہیں بندۂ بے دام تمہارے کئی دن سے

جس روز سے بازار میں تم سیر کو نکلے
ہم پہلے ہی رفتار سے پہچان گئے تھے
چلنے کے طریقے نئے انداز نرالے
پامال کروگے کسی وارفتہ کو اپنے

اٹکھیلیاں ہیں چال میں پیارے کئی دن سے

بے اُنکے ہمیں دوستو ہیں زیست کے لالے
کم عمر ہیں نادان ہیں ابھی محض ہیں لڑکے
وہ خوف سے طعنوں کے یہاں تک نہیں آتے
اک شب بھی گئے گھر آنکے مہمان رہے تھے

آتے نہیں اس شرم کے مارے کئی دن سے

یہ حال تھا میں پاس جو بیٹھا کہا ہٹ کر
صد شکر کہ اب برقعہ عارض کو الٹ کر
خود آئے تو جا بیٹھا کونے میں سمٹ کر
مُنہ گال پہ رکھدیتے ہیں تکیے میں جھٹ کر

کچھ کچھ تو ہوا کم ہوئی بارے کئی دن سے

ایجان تمہیں سادہ ہی دیکھا کئے اکثر
اب کیا بناوٹ ہی ہے فرصت نہیں دم بھر
ہر دم نئی پوشش ہی نئے ڈھنگ کا زیور
مہندی ہے کبھی مسی ہے کبھی لاکھا ہے کبھی لب [illegible]

کچھ رنگ ہیں بیرنگ تمہارے کئی دن سے

طرفین سے وہ گرمیٔ الفت ہی ہے ٹھنڈی
ہر دم کے اشارہ کی بھی اب بند ہے کھڑکی
شیدا تمہیں بتلاؤ کوئی بات پتہ کی
پر شوق سے کیا اس ہٹ عیار سے بگڑی

ہوتے نہیں باہم جو اشارے کئی دن سے

باب پنجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان زیبا

ردیف الف
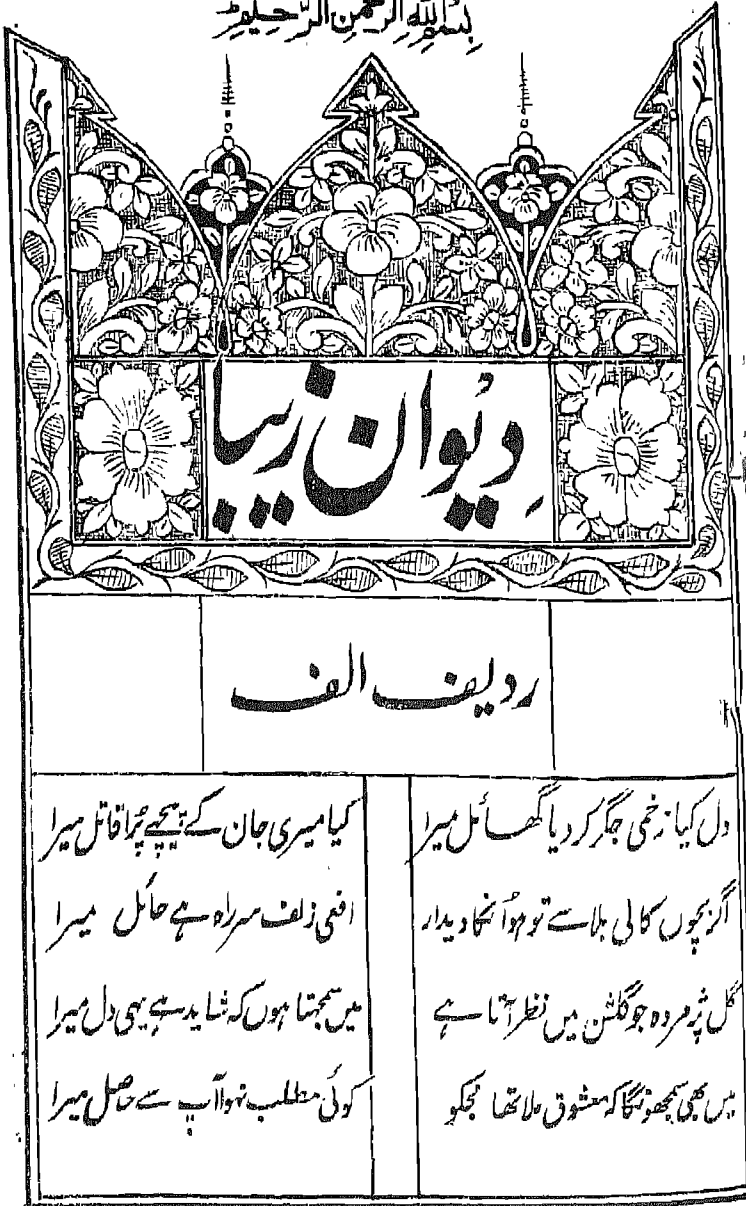
دل کیا زخمی جگر کر دیا گھائل میرا
کیا میری جان کے پیچھے پڑا قاتل میرا

آگر پہنچوں سکالی بلا سے تو ہوا تھا دیدار
افعی زلف سر راہ ہے حائل میرا

گل پژمردہ جو گلشن میں نظر آتا ہے
میں سمجھتا ہوں کہ شاید ہے یہی دل میرا

میں بھی سمجھونگا کہ معشوق ملا تھا مجھکو
کوئی مطلب نہ ہوا آپ سے حاصل میرا

سخت جاں وہ ہوں دم ذبح گئی دہار پلٹ
لوہا مانے ہوئے ہی خنجر قاتل میرا

آپ مشفق ہیں مگر غیر کے تو مجھکو کیا
مجھکو تو کام آپ ہی سے ہے جو ہی دل میرا

اجر نقصاں کا صابر کو خدا دیتا ہے
آئیں سو حسرتیں گر ایک گیا دل میرا

منبع فیض سے کچھ فیض مجھے بھی ملجائے
نام ہو تیرے شہیدوں ہی میں داخل میرا

وقت پر خنجر قاتل کا بھرا اس نے دم
آج تک میں یہی کہتا تھا کہ ہے دل میرا

چاہ میں اپنی پھنسا کر جو کوئیں میں ڈالا
دل مری جان نہ تھا جان سے فاضل میرا

کہتے ہیں دیکھکے زیبا کو کچھ اسکو دیدو
خالی دروازہ سے پھر جائے نہ سائل میرا

کس نے تیر نگہ برق فگن چھوڑ دیا
جسکی ہیبت سے غزالوں نے بھی بن چھوڑ دیا

رات دن دیکھے ہیں وا دھیان میں زلف و رخ کے
سونا تیرے لئے ای سیم بدن چھوڑ دیا

ابتو ارماں ترے پورے ہوئے اے قاتل
تیرے بیمار پہ عیسی نے کفن چھوڑ دیا

بو تری زلف معنبر کی مگر پہونچی ہے
نافہ مشکیں نے مشکوئے ختن چھوڑ دیا

چین پیشانی گیسو کا سبب اور نہیں
یہ خطا ہم سے ہوئی ہے کہ ختن چھوڑ دیا

کس سے پامال کی رفتار نئی سیکھی ہے
دل پسے جاتے ہیں کیوں راستہ چلن چھوڑ دیا

طوطی ہوش اڑا جب سنی فریاد مری
دام میں آ گئے صیاد چمن چھوڑ دیا

سنگ ہجراں سے ہوا چور دل پنا زیبا
کس ستمگار نے شیشہ پہ یہ گھن چھوڑ دیا

صورت کا وہ نقشہ ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا
بہزاد کو سکتا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

وہ دل میں تمنا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا
صدمہ تو اسی کا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

صدمہ وہ گذرتا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا
فرقت میں یہ ایذا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

دل زینت پہلو ہے مگر خار کی تمثال
اسطرح کھٹکتا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

یہ آگ لگائی ہے مرے داغ جگر نے
دوزخ کو جلایا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

جب کچھ نہ کہا میں نے تو جھنجلا کے وہ بولے
یہ عذر بھی اچھا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

میں چپ ہوں دم نزع تو کہتے ہیں فرشتے
وہ وقت اب آیا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

کیونکر نہ زباں لال ہو توصیف دہن میں
منہ تیرا وہ غنچہ ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

سکتے میں مجھے دیکھ کے کہتے ہیں احبا
سکتے سے ہویدا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

پوچھا حال دل زار کہا بیٹھنے تو بولے
مجھکو تو یہ دعوی ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

روشن ہے کہ رفتار کی شوخی کا ہے نقشہ
کیا نقش کف پا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

مانع ہے حیا چپ ہوں شب وصل میں لیکن
دل میں وہ ارادا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

جو عرض کیا میں نے یہ مطلب نہیں دل کا
وہ اور تمنا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

کہنے میں ہوا چپ تو خفا ہو کے وہ بولے
کیا حلق میں پھندا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

دکھلا کے مجھے غیر کو وہ کہتے ہیں ہنسکر
یہ شخص بھی گونگا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

غش میں نے جو زہر پیا تو وہ بولے سر بالیں
یہ رعب سمایا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

گر فلک ہوتا نہ تیرے پانو پہ گھیرا یار کا
ہم دکھا دیتے تماشا آہ آتشبار کا

روز راتے قاتل تو کرتا خون ہے دو چار کا
خوف کچھ تجھکو نہیں ہے داور دادار کا

تیر ہے سرمہ بنا ہے دوست چشم یار کا
چپکے چپکے خون کر دائیگا یہ دو چار کا

قصد کر فصل بہاری کی طرح گلزار کا
ہر شجر بلبل سا طالب ہے ترے دیدار کا

بے وجہ سے چشم آپنا کماں کیوں خود بخود
ہے تصور دل میں کس کے ابروی خمدار کا

قتل اگر مد نظر ہے کیوں ہے خنجر کی تلاش
کام کیا کرتے نہیں ابرو تیری تلوار کا

دم نکل جائیگا قاتل میان سے اسکو نہ کھینچ
رشتۂ جاں بنا ڈورا ہی تیری تلوار کا

کچھ نہ مژگاں کو اشارہ چاک سینے کا ہوا
دل رہا مشتاق تیری چشم سوزن کار کا

جاگی قسمت یار کی کشتی جو آ نکلے ادہر
کھل گیا سوتا ہے اپنی چشم دریا بار کا

درمیاں خط جو لب پر سرخی پان ہے عیاں
ہو گیا سبزہ میں دہوکا مجھکو لالہ زار کا

کھل رہے ہیں زخم دل میرے نسیم تیغ سے
رشک گلشن ہی ہر اک تختہ میرے گلزار کا

جوش وحشت کی کہانتک کہیں دیوانگی
جن نظر آیا مجھے سایہ تری دیوار کا

مجھسے چھپ چھپکر اڑاتے آئنے میری آنکھیں رقیب
بند کرنا ہے یہ رخنہ روزن دیوار کا

اک اک دن تلخ کامی عاشقونکو ہو دہری
سہل نہیں اچھا ہے تحمل صحبت اغیار کا

آج وہ قاصد پہ صدقے ہو رہا ہے بار بار
کیا کوئی بھیجا ہے زیبا تم نے نامہ پیار کا

ناقابو میں نہیں لیتے ہے دلبر اپنا
کیسا برگشتہ ہوا ہائے مقدر اپنا

اے مہ تو کسے دکھلاتا ہے خنجر اپنا
ہم تو پہلے ہی سے وارے ہوئے ہیں سر اپنا

آپ کے ہجر کا دل ہوگیا خوگر اپنا
خانۂ ضعف بنا ہے تن لاغر اپنا

کس کے ہاتھوں کے حمائل کا خیال آتا ہے
بن گئے رنج و غم و درد جو زیور اپنا

نیل کا ٹیکا لگا ماتھے پہ اپنے نہ فلک
دل سیہ مستوں سے کر صاف ستمگر اپنا

دل ابھی دور ہے آنکھوں میں ٹھہرو صاحب
اس طلسمات میں کیا بھول گئے گھر اپنا

پہونچے تم تک ہیں ہم اے سنگ دلو مر مر کے
اب کرو دل نہ خدا کے لئے پتھر اپنا

کی قدر یار سے ناراستی شاید اس نے
منہ چھپائے ہوئے پھرتا ہے صنوبر اپنا

ہجر نے تیرے مرے دل پہ کیا ہے اندھیر
اب تو دکھلا دے صنم روئے منور اپنا

وعدۂ وصل ہے اس ماہ جبیں سے امشب
چاندنی فرش کرے کہدو برابر اپنا

معرکہ ہے جگر و دل کا صفِ مژگاں سے
ٹھہرے گر تیروں کی بوچھار میں لشکر اپنا

بحرِ عصیاں میں نہیں خوفِ تلاطم ہم کو
ناخدا کشتی کا اپنی ہے پیمبر اپنا

معرکہ ہمنے بڑی دھوم سے مارا زیبا
چل گئی تیغِ زباں کھلگیا جوہر اپنا

وہ رشکِ نو بہار آیا اہا ہا ہا اہا ہا ہا
گلِ دل ہنس پڑا اپنا اہا ہا ہا اہا ہا ہا

کیا آج اُس سیمتن نے وعدہ ساتھ سونیکا
مقدر اپنا جاگ اُٹھا اہا ہا ہا اہا ہا ہا

ہنسا کر ہم نے اُس غنچہ دہن کو اپنی باتوں سے
رولایا غیر کو کیا کیا اہا ہا ہا اہا ہا ہا

جو سرکی زلف عارض سے تو عاشق دیکھکر بولے
گہن سے چاند وہ نکلا اہا ہا ہا اہا ہا ہا

تری رفتار و شمشاد قد کیا چال کرتی ہے
زمیں میں سرو کو گاڑا اہا ہا ہا اہا ہا ہا

نظر آئی جبیں اُسکی مانگ گھونگر والے بالونمیں
ملا ظلمات میں رستہ اہا ہا ہا اہا ہا ہا

بہت دنیں چڑھا ہے بام پر وہ مہ جبیں اپنا
ستارا اوج پہ آیا اہا ہا ہا اہا ہا ہا

احبا نے غزل سنکر کہا صد آفریں زیبا

تمہارا واہ کیا کہنا اہا ہا ہا اہا ہا ہا

اُس کو منتوں ہی سربسر دیکھا
آپ کو جس نے ایک نظر دیکھا

کوے الفت میں جب سے مارا قدم
کبھی ہمنے نہ اپنا گھر دیکھا

چرخ چکرا رہا ہے دود نمط
آہ مظلوم کا اثر دیکھا

کبھی وادی عشق میں جز شوق
کوئی ہمنے نہ راہبر دیکھا

زلف کا دہیان آگیا جس روز
خواب سانپوں کا رات بھر دیکھا

جھک کے کعبہ کو بس سلام کیا
ابروے یار کو اگر دیکھا

روے انور سے اٹھ گئی جب زلف
شب تاریک میں قمر دیکھا

آتش ہجر میں طپاں ہے دل
ہم نے پارے کو آگ پر دیکھا

ہم نے اس نخل عشق کا زیبا
کبھی میٹھا نہیں ثمر دیکھا

ہے شوق مجھے وصف شہ کون و مکاں کا
کیونکر میرا مضمون ہو عظمت شاں کا

سنتا نہیں احوال کوئی درد نہاں کا
شکوہ کروں میں کس سے بت ظلم رساں کا

یک وار میں دونوں جگر و دل ہوں ترازو
اُن آنکھوں کو یہ ربط ہے تیر و سناں کا

بنتے ہیں ترے تیروں کے اغیار نشانے
ہم تاکتے گوشہ میں ہیں سنہ تیری کماں کا

ہیں جیم و الف نون تری زلف قد و ابرو
عاشق نے لقب تجھکو دیا اسلئے جاں کا

تیری صف مژگاں جو پلٹ جائے پلٹ جائے
ہٹنے کا نہیں مورچہ اپنے دل و جاں کا

کس سحر کا پتلا تو پریرو ہے کہ جس پر
ہر طفل مچلتا ہے مرے اشک رواں کا

آنکھوں کو نمک ہو لئے بیداری انجم
گر چرخ پہ ہو شور میری آہ و فغاں کا

اللہ ہی ملا اسکو نہ میخواروں کی صحبت
زاہد ہوا افسوس یہاں کا نہ وہاں کا

زیبا ہے وہ سرسبز ترا گلشن معنی
ہو سکتا نہیں جسمیں کبھی دخل خزاں کا

ردیف (ب)

سوسن تمہارے آگے کرے قیل و قال کب
نرگس لڑائے آنکھ یہ اسکی مجال کب

گلگونہ میرے عارض انور کا ہے کلا
ہوتا قمر میں ورنہ یہ حسن و جمال کب

بوسونکی تاک مردم دیدہ میں کرتے ہے
عارض پہ یار کے یہ نمایاں ہی خال کب

باروت کے سے دانے یہ قایم ہیں آگ پر
رخسار آتشیں پہ نمایاں ہیں خال کب

ہیں شاخ زریں صفا یہ سہیر جڑے ہوے
دانتونمیں یار کے ہی طلائی خلال کب

گالی ہے قند لب سے دو بوسے ند وہیں
میٹھی غذا کا ہوگا نہ میٹھا اگال کب

وصف کمر میں کیں نہیں کیا موشگافیاں
اس بال کی نکالی نہ تھی ہمنے کھال کب

قمری صفت تلاش میں پھرتا ہوں کو بکو
بوٹا سا قد دکھا کے کروگے نہال کب

پھولا پھلا ہے نخل قد یار جس طرح
سر سبز طور کا بھی ہے ایسا نہال کب

گر تاک چشم یار سے آنکھیں لڑاتا ہے
زاہد بتا یہ تجھ ہوئی ہے حلال کب

مر کر نہیں نصیب ہوا وصل یار کا
جائے اگر نہ جان تو ہاتھ آئے مال کب

باور نہیں مرا تو تصور سے پوچھئے
رہتا نہیں ہے آپ کا مجھکو خیال کب

دور رنج مجھکو تا بہ قیامت مگر بتاؤ
ہونگے تمہارے میرے جواب و سوال کب

در باب روز ہجر اُنہیں لکھا یہ مختصر
ہوگا مقدمہ یہ طویل الفصال کب

زیبا دہن کو یار کے کوثر پہ فوق ہے
بہتر ہے اُسکی کُلّی سے آب زلال کب

ردیف (ت)

تری آنکھوں کی کیفیت کو میخانے سے کیا نسبت
بلا کی گردشیں دیکھی ہیں پیمانے سے کیا نسبت

یہ وہ موتی ہیں جنکی سیپیاں آنکھیں ہیں عاشق کی
مرے آنسو کو مروارید کے دانے سے کیا نسبت

جئے یہ ہجر میں وہ وصل میں بھی جی نہیں سکتا
تکلف بر طرف بلبل کو پروانے سے کیا نسبت

توقع لالہ رویوں سے نہ رکھ اے دل ترحم کی
لہو پیتے ہیں جو شخص انکو غم کھانے سے کیا نسبت

جھپکتا کیا ہی اوروں کی طرح کر قتل مجھکو بھی
تجھے ای قاتل بیباک شرمانے سے کیا نسبت

جسے کوئی مرے کوئی وہ کب باہر نکلتے ہیں
اُنہیں عاشق کے گھر تکلیف فرمانے سے کیا نسبت

ہی زیبا عاشق رخ بیت ابرو کہیں مطلب
خدا کے پوجنے والوں کو بت خانے سے کیا نسبت

ردیف (ث)

ہم پہ خفگی غیر کے گھر روز جانا ہی عبث
عاشق صادق کا ایسا دل دکھانا ہی عبث

یہ دو روزہ ہیں بہاریں چار دن کی چاندنی
بلبل شیدا سے اے گل جی چرانا ہے عبث

اور بھی گھر چھائے گی جلوہ تمہارا دیکھکر
نرگس بیمار سے آنکھیں لڑانا ہی عبث

جب دل خود رفتہ نے مانا نہ میرا بھی کہا
ناصحا پھر اتنا دن یہ مغز کھانا ہی عبث

دام میں صیادوں کے پھانسا تجھے تقدیر نے
چھوٹنا مشکل ہے بلبل غل مچانا ہے عبث

ہے روانی ابروؤں کو سخت جانی سے مری
اب زبان تیغ کو پتھر چٹانا ہے عبث

دھوتے ہو دست حنائی کیوں تم اپنے اے صنم
جانتے ہو آگ پانی میں لگانا ہے عبث

ہم تو از خود رفتہ خود ہی ہو گئے ہیں عشق میں
اب زیادہ ہم کو اے گردوں ستانا ہے عبث

بیش قیمت ہیرے سے نیلم بھی ہوتا ہے کہیں
آپکا دانتوں پہ مسی جمانا ہے عبث

دیر عالم میں کسیکے بھی ہوئے ہیں یہ بھلا
ان بتوں سے اپنا پیارا دل لگانا ہے عبث

ردیف حاے حطی

کیا ہوا زلف جو اسکی ہے چلیپا کیطرح
رکھتا ہے وہ لب جاں بخش بھی عیسی کیطرح

لیلی حسن سے تیرے ہے حسینوں کو جنوں
چاہ میں پھرتے ہیں یوسف بھی زلیخا کیطرح

جاگ غفلت سے کہ کرنی ہے کچھ عقبی کی بھی فکر
کب تک اے دل تو پڑا سوئیگا دنیا کی طرح

یار کے عارض پر نور کی لکھی جو ثنا
صاف کاغذ ہوا روشن ید بیضا کیطرح

جوش وحشت سے جو دیوانہ تمہارا نکلا
ڈھونڈتے پھریگا اس مجنوں کو لیلا کیطرح

نالے کرتا ہوں تڑپتا ہوں جدائی میں تیری
اشک بہتے ہیں تری یاد میں دریا کی طرح

جب سے خورشید سی رخسار ترے دیکھے ہیں
ٹکٹکی لگ گئی ہے عاشق شیدا کی طرح

کہکشاں میں یہ کہاں بات ہے جو مانگ میں ہے
چاند میں نور کہاں عارض زیبا کی طرح

گرچہ عشاق ہزاروں ہیں ترے دنیا میں
پر نہیں عاشق شیدا کوئی زیبا کی طرح

ردیف (چ)

برقعہ تو ایک بار تو چہرے سے یار کھینچ
ہم پھر نذر لائیں گے جاں لاکھ بار کھینچ

اللہ رکھے دل کی مرے برقرار کھینچ
دکھلائے گا کبھی کبھی ایک بار کھینچ

جب منہ کھلیں تو آنے سے کیا فائدہ ہے یار
آنکھیں ابھی رہی ہیں ترا انتظار کھینچ

عارض کے کھینچنے میں کیا صرف ایک ماہ
مانی سے جب کہا کوئی تصویر یار کھینچ

آتا نہ تیرے کوچہ میں کوئی بے وفا کبھی
لاتا کشاں کشاں ہے مجھے اضطرار کھینچ

اگلی تو محنتیں تیری سب رائیگاں ہوئیں
کوئی طویل اور دلا انتظار کھینچ

جو نقد جنس تھا وہ تیری نذر کر چکے
دو چار دن کے واسطے ساقی ادھار کھینچ

یاد آتا ہوگا یار کا برہیں دیا نا تنگ
کیا کیا عدو رہا ہے عذاب مزار کھینچ

دامن ترا میں مانی زرگل سے پر کروں
ہنستے ہوئے دہن کا کوئی نقش یار کھینچ

کام آئے تا لباس کمخواب کے لئے
سوراخ چشم میں کوئی سوزن کا تار کھینچ

لازم ہے سا نفوس پہ تجھے رحم کی نگاہ
اغیار بار یا کو تو ذوالفقار کھینچ

تصویر وہ بناؤ کہ جس میں مصورو
گردن جھکاؤں میں وہ شمشیر یار کھینچ

زیبا ہی ہے ترے گل عارض کا عندلیب
برقع رخ بہار سے اے گلعذار کھینچ

ردیف راے

ہو گئی بے آب گوہر دنداں دیکھکر
خوں ہوئے لعل یمن لبہا جاناں دیکھکر

ہے خجل ماہ منور روے تاباں دیکھکر
ابتری سنبل کو ہے زلف پریشاں دیکھکر

چونک اٹھا دیکھکر پھانسی لگے میرے زلف کی
رات بھر وحشت میں خواب پریشاں دیکھکر

حسن لیا ہی سستی نے میں جی ہی علتِ ضرر
وہ نہیں لیتی دلِ پر داغ ارزاں دیکھکر

برچھیاں کھائی ہوئے نظرونکی ہر زخمی جگر
موڑ لیوالے نہیں منہ تیر مژگاں دیکھکر

ان بتوں کی جب پڑہی بینے نماز
لوٹنے قزاق آئے نقد ایماں دیکھکر

تیر مژگاں کیوں ٹھہرتے دلکو گر ہوتا نہ امن
میزباں کے لطف کو رہتا ہی مہماں دیکھکر

بال دہونے میں رخِ روشن نظر آیا نہیں
چھپ گیا ہی مہر تاباں ابر باراں دیکھکر

آتے ہی عاشق بتاں عشق فدا راہی ہوا
اٹھ گیا گھر سے مرے مہاں کو دیکھکر

فصلِ گل میں آ گیا جب ظلم گلچیں کا خیال
رو دی شبنم باغ میں پھولوں کو خنداں دیکھکر

بدگمانی سے میرے مرنے کو سمجھے وہ جھوٹ
اب یقیں آیا ہوئے جب نعش پنہاں دیکھکر

قتل کرنے کو بھی جب آتے ہیں گھر میرے
سینہ سے باہر نکل آتے ہیں ارماں دیکھکر

دیدۂ تر سے جو زیبا ابر کو کچھ انس ہے
پھوٹکر روتا ہے میری چشمِ گریاں دیکھکر

ڈریں کیوں تیغ سے جب مستعد ہیں سر کٹانے پر
ترے کوچہ میں کیا باز آئیں ہم ابرو دکھانے پر

دو روزہ فصل گل پر آشیاں بندی زہے غفلت
بنے گا خار ہر تنکا خزاں میں آشیانے پر

صفات حسن لیلیٰ سنکے مجنوں کو ہوئی وحشت
سبق سیکھا بیاباں کا گلستاں کے پڑھانے پر

ہمارا دردِ فرقت پوچھتا محشر میں کیا کوئی
خموشی مانع گفتار تھی شورش مچانے پر

جو بزم غیر سے اُس شمع رو نے لو لگائی ہے
طبیعت آگئی اُسکی مگر میرے جلانے پر

مٹا کر خاک بھی کردیں تو اب اُٹھنا نہیں ممکن
مثال نقش پا بیٹھا ہوں اُنکے آستانے پر

نکالینگے ضرور اس بال کی کھال ہم بہت سے
کمر پائی نہیں ہے مضمون کمر کے باندھ لانے پر

نہیں کھلتا ہی کچھ اُس زلف کا عقدہ مقدر پر
کہ یہ لاکھوں سے الجھا آج کیوں الٹے ہیں شانے پر

حذر واجب ہے تجکو دل جلوں کی آہ سوزاں سے
نہ آمادہ ہوا ہے پیر فلک اُنکے ستانے پر

اشارے غیر سے اُنکے اُٹھا دینگے بڑے فتنے
کبھی تلوار چل جائیگی اُس آنکھیں لڑ لینے پر

کبھی تو مار ڈالا اور جلایا گاہ ثریا کو
بتوں نے سر لیا قبضہ خدا کے کارخانے پر

گردش چشم سے دل لے لیا مے بازیگر
مجھکو دکھلائیگا پتلی کا تماشا کب تک

عشق اور مشک چھپانے سے کہیں چھپتے ہیں
شہر میں میرا ترا ہوگا نہ چرچا کب تک

کس گھڑے کی چڑھی کا نہیں جو اتری صہبا
ساقیا ساقیا کہہ کہہ میں پکارا کب تک

تیرے آنے کی خبر موت کو کہہ ٹالا
بھولنے والے کریگا مجھے سچا کب تک

بے خبر کر دیا ہے آپ کی بے خبری نے
حال اپنا نہ لکھوں یار میں سچا کب تک

گر دہن ہے تو زباں بھی ہے بیاں کچھ کیجے
بے دلیل آپ کا ٹھہریگا یہ دعوی کب تک

خبر جب تک ہی نہ فریاد کریں مرغ چمن
ہوش صیاد کے سر سے نہ اڑیگا کب تک

دلربا پہلو سے میرے نہ اٹھی اٹھ دم بھر
لے ترے سینہ میں ٹھہریگا کلیجا کب تک

جیتے جی زیست سے آزاد ہوئے تھے یا بحر
قید گیسو میں رہیگا ترا زیبا کب تک

ردیف (گ)

تیغ ابرو نے یہ چمکایا رنگ
کیا مقتل کو خون سے زنگار رنگ

مثل ابر سیہ جو میں رویا
ہوگیا چرخ کا بھی نیلا رنگ

لعل کو سرخ لب سے کیا نسبت
پہلے پیدا کرے تو ایسا رنگ

انکے عارض کے عکس سے شاید
ہوگیا مہر کا سنہرا رنگ

رخ افلاک پر شفق پھولی
پان کا تیرے ہی کھلا کیا رنگ

کی جو نالوں نے میرے دمسازی
بول اٹھی مری ہر صدا سارنگ

چھائی ہیبت ہے تیری وہ زیبا
اڑ گیا جس سے دشمنوں کا رنگ

خط جو نکلا ہو گئے عارض عذار سبز رنگ
سبزۂ خط پر جب آ گئی بہار سبز رنگ
کس سے دوں تشبیہ تیرے قد کو میں جیسا لباس
خط دوڑا یار نے دونوں کو مفتوں کر لیا
زلف جب چھپ گیا روئے مخطط یار کا

اڑ گئی سبزہ میں جو کچھ تھی بہار سبز رنگ
سر تراشے جب بنگے مثل غبار سبز رنگ
سر دیا طوطی کہوں یا اسکو دار سبز رنگ
کل جو عارض پر تو سبزہ ہی نثار سبز رنگ
پس گیا ادھم بلا میں آک تنکا سبز رنگ

سبز موباف اسکی چوٹی کا قیامت ڈھا گیا	کیچلی سے ہو گیا کالا یہ مار سبز رنگ
شکر ہے صحن چمن میں ہائے بارش سے ہوا	چشم ساغر میں بھرا تھا انتظار سبز رنگ
صورت عکس زمرد گر کے سبزہ بن گیا	جب ڈوپٹہ سے نہ اٹھا ان کا بار سبز رنگ

بتندی ہوں شعر گوئی سے ابھی واقف نہیں
ورنہ اے زیبا دکھا دیتا بہار سبز رنگ

ردیف (ل)

ہوا ضرور کسی ماہرو پہ شیدا دل	مثال کبک جو سینے میں ہے اچھلتا دل
قرار لیتا ہے دم بھر نہ ہے ٹھہرتا دل	دیا ہے ڈھونڈ کے کیسا مجھے خدایا دل
مذاق عشق سے خالی نہیں کسی کا دل	مجھی ہی تو ایک خدا نے دیا ہے پھیکا دل
تمہاری زلف میں جا کر پھنسا کچھ ایسا دل	ہما کی طرح ہمیں ہو گیا ہے عنقا دل
نہ عاشقوں پہ کرو ظلم اے بتو اتنا	خدا کا خوف کرو جو ہے منصف و عادل
ادا و ناز و کرشمہ و غمزہ و انداز	انہیں کے پنجے میں حسب قضا پھنسا ہی میرا دل

نہ انکی چاہ میں لہرا کے ڈوب لے زیبا
کبھی سنا ہی بتوں کو کسی نے دریا دل

ردیف (م)

لائیں گردش میں جو پیمانے کو ہم
دیں گھما دم بھر میں میخانے کو ہم

تم نہ ہو جب تک دل وحشی کے پاس
کہئے کیا سمجھائیں دیوانے کو ہم

نشہ مے میں ملا ہم سے وہ شوخ
دیں دعا کیونکر نہ میخانے کو ہم

بعد مجنوں دور اپنا آگیا
کرتے ہیں آباد ویرانے کو ہم

سبزۂ خط وہ دکھا کر کہتے ہیں
زہر لائے ہیں ترے کھانے کو ہم

ہم سے کڑوے اور سے شیریں کلام
غیر مصری گالیاں کھانے کو ہم

اشک بہتے ہیں بیاد خال و رخ
روتے ہیں اس آب اور دانہ کو ہم

ناصحا بکنے سے کیا حاصل تجھے
جانتے ہیں تیرے سمجھانے کو ہم

یاد جاناں میں جو دم نکلے کہیں
زندگی سمجھیں گے مرجانے کو ہم

خنجروں سے قتل ہے زیبا تجھے
گر نہ مانے آنکھ دکھلانے کو ہم

ردیف (ن)

بادۂ گلگوں میں اُن آنکھوں کی کیفیت نہیں
بوسۂ لب سے زیادہ قند میں لذت نہیں

لے پری رو حال پر جسکے تری شفقت نہیں
مثل سایہ اسکا پیچھا چھوڑتی زحمت نہیں

کب سُہا ہم ہمکو خورشید انور ہو سکے
وصفِ رُخ لکھیں جو کلک رو سیہ قدرت نہیں

پانی پانی تجھکو کردوں لے بہانہ یار چرخ
کیا سمجھتا ہے مرے نالوں میں کچھ قدرت نہیں

باغ میں جاکر طبیعت اور پھیکی ہو گئی
ایک گل میں بھی تری سی بو نہیں رنگت نہیں

غیر سے جاکر سراپا اپنا لکھوانے لگے
ہم نہیں طباع تھے کیا ہم میں تھی جودت نہیں

تیرے بندوں کو تبہ کرتا ہے اپنی جور سے
اے خدا کرتا فلک کو کس لئے غارت نہیں

جو گرے دن کو وہ جاکر شب کو چمکے عرش تک
زیر پائی کے ستارے بھی تو کم قسمت نہیں

پہنچا تجھ لاتا مجھے ہی ہر بات پر وہ جابجا
آگے پہنچی تھی کبھی یاں تک مری نوبت نہیں

زاہدا شرکِ خفی کی بھی خبر کچھ ہے تجھے
دانۂ تسبیح میں زنار کی شرکت نہیں

عشق کہتی ہیں کسے کس چیز کا الفت ہی نام
پاک مکروہات سے دل ہو کوئی کلفت نہیں

دل ہے اپنا آج کل پابند تحصیل علوم
شعرگوئی کے لئے جو چاہئے فرصت نہیں

دیکھ کر زیبا کو غش میں یوں اٹھا وہ ماہ رو
فکر ہے میرے بلانیکے لئے غفلت نہیں

جو عندلیب روضۂ شاہِ امم نہیں
اسکے نصیب ہی میں ریاضِ ارم نہیں

یکتا ہے تو جواب ترا اے صنم نہیں
ایسا کوئی بتوں میں خدا کی قسم نہیں

سنبل تمہارے زلف سے کسطرح کم نہیں
اسمیں یہ پیچ و تاب کس بل پہ خم نہیں

ہاتھ نے کس لئے تجھکو پریشان کردیا
کیوں زلف یار آج وہ کس بل وہ خم نہیں

کیا آنکھیں تیری مجھسے پھر گئیں جفا شعار
آہو وہ کیا اڑیں جنہیں آتا ہے رم نہیں

لے لیجئے نقد جاں جو ہو درکار آپ کو
تم سے کروں عزیز یہ ایسی رقم نہیں

سارے خیال دل سے مرے محو ہو گئے
اس آئینہ میں اب کوئی تصویر ضم نہیں

جھوٹا کہے نہ خلق جو تجھکو تو کیا کہے — سچ تیرا کوئی قول خدا کی قسم نہیں

غم کھاتے کھاتے سیر ہوا ہوں میں اس قدر — کھانا تو کیا ہے بھول کے کھانا قسم نہیں

اللہ چار دن میں ہوا انقلاب کیا — وہ صحبتیں وہ لوگ وہ چرخ اور وہ ہم نہیں

خواہاں فقط ہیں شربت دیدار یار کے — ٹپکاتے رال ساغر کوثر پہ ہم نہیں

زیبا ہے جیسا وہ بت یکتا دغا پسند — ایسا تو ہندوؤں میں کوئی ہے برہمن نہیں

مجھ پر جو ماہرو تیرے لطف و کرم نہیں — غمخوار کوئی میرا بجز درد و غم نہیں

تشبیہ سرو سے تیری اے صنم نہیں — ذرہ بھی مہر سے تیرے کوچہ کا کم نہیں

نغمے ہماری راگ میں ارگن سے کم نہیں — تہے یاد تانسین کو یہ تال سم نہیں

اقرار کر کے بوسہ نہ دو اسکا غم نہیں — بھاتی نہیں مگر یہ تیری دمبدم نہیں

پوری مراد ہوگی جو بس تری صنم نہیں — کھاؤنگا میں بھی کھانا خدا کی قسم نہیں

شیریں لبوں سے گالیاں مجھکو نہ دیجیے — اچھا بلا نا قند ہیں صاحب یہ سم نہیں

دیکھی تمہاری بدلی ہوئی اُس نے جب نظر
نالے کیے کب ابر نے ابر کرم نہیں

برگشتہ گو ہے بخت میرا مجھ سے اے فلک
تیرے جلانے کو میرے نالے بھی کم نہیں

عاشق کو بوالہوس کی طرح خوف جاں ہو کیا
بھاگیں جو چھری تیغ سے ایسے قدم نہیں

ساقی کہاں سے دیویں تجھے مے کی دام ہم
اپنے ہی خرچ کے لئے یاں آلدرم نہیں

تشبیہ کیا ہلال کو شمشیر یار سے
یہ کاٹ نوک جھوک صفائی یہ خم نہیں

تیر مژہ کو دیکھ میں گوشہ میں کیا چھپا
ابرو کے آگے مثل کماں کب ہیں خم نہیں

زیبا لذیذ ہیں لب شیریں کی گالیاں
ہم کو نبات سے تیری باتیں یہ کم نہیں

مقبول ہیں جو مدحت یزداں میں لگ گئے ہیں
معشوق ہیں جو عاشق شیدا ان میں ہو گئے ہیں

جگ مست ہیں حسینوں کے دیدار پہ کیا کیا
پریوں کے جو مسند تخت سلیماں میں گئے ہیں

رہنے کا زلیخا نہیں اب عشق میں پردہ
یوسف سے حسین حسن کی دکاں میں گئے ہیں

مہدی جو سرو ست حسیناں میں چھپ گئے
یاقوت سے بھی تخلہ مرجاں میں لگے ہیں

درکار اگر لعل ہیں تم کو سپے زیور
ٹکڑے مرے دل کے ترے پیکاں میں لگے ہیں

اُس ماہ جبیں کے رخ پر نور پر افشاں
زینت کو ستارے مہ تاباں میں لگے ہیں

بے شربت دیدار کریں تو مجھے اچھا
گو لاکھ اطبا مرے درماں میں لگے ہیں

پہونچا فلک پیر کو ایک بات میں جاکر
کیا پر مری آہ شرر افشاں میں لگے ہیں

سینوں سے ہوئیں پار دلوں میں اتر آئیں
کیا برچھیوں کے پھل تری مژگاں میں لگے ہیں

اُس زلف کی قیدی کی رہائی نہیں ممکن
یہ قفل دو دیدہ در زنداں میں لگے ہیں

خالق کی نظر میں ہے تر و خشک برابر
خار اور گل ایک جا پہ گلستاں میں لگے ہیں

آنکھیں گُلچیں کی ہیں جو مرے رشک چمن کو
ناداں ہیں جو سیر گلستاں میں لگے ہیں

نرگس کی ترے ہجر میں پتھرا گئیں آنکھیں
سنبل بھی پریشان گلستاں میں لگے ہیں

پھیکے ہیں سب اُس شوخ کے رخسار کے آگے
جتنے گل خوش رنگ گلستاں میں لگے ہیں

زیبا ہے شتاک انپر دل خونی افشاں
لالے کے جو یہ پھول گلستاں میں لگے ہیں

میں سا ہوں صحرا میں دل وحشی ہی کوئے یار میں — یہ نئی گردش ہے دور گنبد دوار میں

ایک گل میں بھی نہیں رنگت جو ہی رخسار میں — جی میں آتا ہی لگادوں آگ میں گلزار میں

پھنس گیا ہی دل ہمارا صفت زلف یار میں — بوسہ لینے کو گیا پکڑا گیا بیگار میں

تیغ ابرو دیکھکر جاری ہوا دریائے خوں — خوف یہ ہے دل نہ بہ جائے کہیں اس دھار میں

اوج اپنا دور سی دکھلاتا ہے ظل ہما — بیٹھتا ہوں جب کسی کے سایہ دیوار میں

غیر لایا ہے پیام آمد جاناں مجھے — کچھ چھپا رکھا نہ ہو موذی نے اس اقرار میں

دھیان رخ کا کرتے کرتے آیا زلفوں کا خیال — جاتے تھے لندن کو پہونچے جاکے ہم تاتار میں

دیکھ پاویں سرمگیں آنکھیں جو تیری یار کی — آہووں کو رہنا ہو دشوار بس تاتار میں

پاؤں نکلے چھالوں کے کانٹے چھیڑ دیتے ہیں وہیں — بیٹھ جاتا ہوں جو تھک کر وادی پرخار میں

دانت ہیں ہم اسیر ازل سے تیری کنگھی کا ضرور — رہنے پاتا ہی نہیں دل گیسوئے خمدار میں

عشق میں کیوں مرمٹوں میں صورت فرہاد قیس — سیکڑوں نے جان شیریں کھو دی اس آزار میں

آنکھ سے باہر نہیں آنے ہیرا آنسو غیر ہو — ہل پڑا بیٹھک ہے کچھ روتے کے اپنے تار میں

فیض مضموں سے ترے شاخ قلم سرسبز ہے
واہ کیا نزہت ہے زیبا گلشن اشعار میں

ردیف (و)

اُس گل سے جب نہ نکلے تو انگر کی آرزو
کیونکر برآئے مفلس و بے زر کی آرزو

گم کردہ طریق خضر خود ہیں عشق میں
کیا خاک ہم کریں کسی رہبر کی آرزو

کیونکر نہ بوسۂ گل عارض طلب کروں
دل میں بھری ہے بادہ احمر کی آرزو

کعبہ کنشت دیر و حرم سب جگہ پھرے
باقی ہے ایک کوچۂ دلبر کی آرزو

غربت کے رنج جاہ سے تیری دہے ہیں
لائی یہاں عدم سے ترے گھر کی آرزو

باقی نہیں جہاں میں کوئی آرزو مری
ہے آرزو تو ہے در حیدر کی آرزو

بال ہما ہے شوق میں ہر حرف خط مرا
پروا نہیں کروں جو کبوتر کی آرزو

فرہاد قیس اپنے جو ساتھی تھے چل بسے
دکھلاتی دشت کوہ ہی ہمسر کی آرزو

زیبا ہر اشک ہے ترا لولوئے آبدار

بے آب جسکے آگے ہے گوہر کی آرزو

ردیف (ہ)

ہوں بلبلِ وصفِ گلِ رخسار ہمیشہ
ہے دور خزاں سے مرا گلزار ہمیشہ

چلتا ہے نئی چال مرا یار ہمیشہ
ہوتا ہے بپا حشر نمودار ہمیشہ

ہے تشنۂ خوں ناوکِ دلدار ہمیشہ
ہیں خوں آگلتے لبِ سوفار ہمیشہ

عیسیٰ تو کہا کرتے تھے مردونکو قم ایدل
ٹھوکر سے جلاتا ہے مرا یار ہمیشہ

لازم ہے کبھی رحم بھی عشاق کے اوپر
اچھی یہ تعدی نہیں اے یار ہمیشہ

بر آتا رہے کام شہادت طلبوں کا
چلتی رہے تیغِ نگہِ یار ہمیشہ

بس جاتے ہیں داغوں سے گلِ داغِ محبت
یاد آتے ہیں وہ پھول سے رخسار ہمیشہ

اے پیرِ مغاں کیوں ترے میخانہ میں آؤں
ہوں بادۂ الفت سے میں سرشار ہمیشہ

بے ساغرِ مے مست رکھا کرتی ہیں ہم کو
آنکھیں تری اے ساقیِ سرشار ہمیشہ

اُڑ اُڑ کے مرے دل کے ہدف تک ہیں پہنچتے
تیرِ نگہِ یار ہیں پر دار ہمیشہ

وہ باغ نہ دورہ ہو خزاں کا کبھی جس میں
دیکھا چمنِ کوچۂ دلدار ہمیشہ

عشاق کے دل گرد رہیں ابرو کے ترے
حج کرتے رہیں کعبہ میں دیندار ہمیشہ

زو روں پہ رہے گرمی بازار تمہاری
بڑھتے رہیں دو چار خریدار ہمیشہ

ساقی کو نہ لگ جائے نظر مستونکی یارؔ
ہیں تاکتے جام مے دیدار ہمیشہ

کرتا ہوں ثنائے لب جان بخش مسیحا
ہوتا ہے علاج دل بیمار ہمیشہ

محشر کا جو دن آنیکا ہے آئیگا اک دن
لاتی ہے قیامت تری رفتار ہمیشہ

ظالم کبھی پاتا نہیں آرام جہاں میں
چکرائے نہ کیوں چرخ جفا کار ہمیشہ

کوچہ بت سفاک کا مقتل سے نہیں کم
خوں روز ہوا کرتے ہیں دو چار ہمیشہ

ہندو بچوں کے ابروے پرتاب غضب ہیں
کیونکر نہ چلے ہند میں تلوار ہمیشہ

آہوں سے زباں اور مری جلتی ہے دونی
اڑتی ہوئی چلتی ہے یہ تلوار ہمیشہ

عشاق کی خونریزی سے باز آگیٔ وہ زیبا
اب رکھنے لگے میان میں تلوار ہمیشہ

سنتا ہوں دیکھے گا دلبر آج بن ٹھن آئینہ
کاش کر دیتا خدا مجھکو ہمہ تن آئینہ

کھینچتا ہے ہو بہو تصویر عکسی یار کی
ہے فن صورت کشی میں طاق پر فن آئینہ

کعبہ رو ہے صنم کس شکل میں آئے نظر
ہو نہ قبلہ رنگ سے جب دل کا روشن آئینہ

چون سکے دو ہیں برے عشاق آپ بیچ عکس
ایک وہ خود دشمن جاں ایک دشمن آئینہ

داغ سے ہیں داغ بوسوں کے رخ شفاف پر
بن گیا گلدستہ گلہائے سوسن آئینہ

غیر پر ہے مہربانی اور مجھ پر یہ عتاب
میں رہوں پیچھے کھڑا دکھلا دشمن آئینہ

عاشقوں سے ہے نگر اسکے تو دل میں غبار
اُسکی نخوت کی بچھا دیتا ہے دشمن آئینہ

گھورتا ہے کس ہیں تیری آنکھوں سے دیکھو تو ہیں
پھینک بھی دو توڑ کر اے مشفق من آئینہ

تاکتا ہے دل ہر یک پہلو سے زیبا یار کو
طاق ہے فن نظر بازی میں پر فن آئینہ

آنکھوں میں بسے نرگس شہلائے مدینہ
سر میں ہے میرے سر سودائے مدینہ

خورشید فلک ہی سا ہے بابِ حرم مشہر
جاروب کش کوچہ آقائے مدینہ

[illegible] عالم
[illegible] ناکو دی بانگ جو قرنا ہے مدینہ

بے وجہ نہیں نرگس شہلا ہوئے بیمار
دیکھے ہے مگر چشم فسوں زامی مدینہ

بے صبر کیا الفت دیدار نے اسکو
کس طرح سے ٹھہرے دل شیدائے مدینہ

نظروں سے گرے جلسہ حوران بہشتی
جس نے کبھی دیکھا ہو تماشائے مدینہ

حالِ دلِ بیتاب کروں عرض میں زیبا
بلوائے مدینہ میں جو مولائے مدینہ

ردیف (ی)

آپ کی ایسی جو شہرت ہوگئی
کہیئے تو کس کی بدولت ہوگئی

مر گیا بے موت جو عاشق ہوا
آفت جاں آنکی الفت ہوگئی

عشق میں برعکس معنی ہوگئے
میری ذلت آنکی عزت ہوگئی

ہو لئے آکر مسیحائی جو کی
آنکے بیماروں کو صحت ہوگئی

تر ہوئے میرے لہو میں آنکے تیر
خوب خونخواروں کی دعوت ہوگئی

نار سے دوزخ کی مذنب بچ گئے
[illegible] کی رحمت ہوگئی

غم کے کھانے کو بلایا یار نے
اسکی دعوت بھی عداوت ہو گئی

میری جانب سے یہ ہے انکو غبار
دل میں دیوار کدورت ہو گئی

ساتھ اپنی زیست کے تھا رنج غیر
مٹ گئے غم ختم حسرت ہو گئی

وصل کی شب اسقدر جلدی کٹی
برق کی بھی بات سرعت ہو گئی

مر کے بھی چھوٹے نہ قید غم سے ہم
حبس دائم کی بھی مدت ہو گئی

جانکنی ہیں تم نہ آئے دیکھنے
موت کا باعث یہ غفلت ہو گئی

واعظ آیا محفل رنداں میں جب
چھینٹنی پگڑی کی بری گت ہو گئی

کیا خریدوں جنس حسن یار کو
دولت جہاں بے حقیقت ہو گئی

دیکھ لیتا یار کو پھر بسمل مرگ
اور دم بھر کیوں نہ مہلت ہو گئی

ناتواں عشق کر نے یہ کیا
طاق مرنے کی بھی طاقت ہو گئی

ہجر میں ترسپادہ قد یاد آگیا
یہ قیامت پر قیامت ہو گئی

ردیف (ے)

حلقۂ گیسوئی پر تاب دکھا کے تم نے — پیچ ڈالے دل عشاق پہ بلا کے تم نے

مار ڈالا نظر لطف دکھا کے تم نے — جان بخشی اب جاں بخش پلا کے تم نے

ہاتھ انگڑائی میں ایمان اٹھا کے تم نے — وار دکھلا دئے شمشیر قضا کے تم نے

خون محفل میں ہوا سیکڑوں پروانوں کا — خوب اندھیر کیا شمع جلا کے تم نے

فلک پیر بھی ہے ظلم و ستم کا شاکی — کس سے سیکھے ہیں یہ انداز جفا کے تم نے

ہجر میں موت بھی آئی جو نہ مجھکو صاحب — راستے روک دئے ہونگے قضا کے تم نے

واہ کیا نہ مارے ہے شب غم کے نالو — کھدیا عرش کئی بار ہلا کے تم نے

اپنا جاں بخش کے ہاتوں پہ گئے حسرت دل — پی لیا آب بقا قند ملا کے تم نے

بلبلیں راگ کلی گانے لگیں گلشن میں — بند کھولے جو گلستاں میں قبا کے تم نے

یہ جو چاہیں ابھی عالم تہ و بالا کر دیں — نہیں دیکھے اثر آہ غربا کے تم نے

اے شرر ہائے تپ سوز فراق جاناں — مار ڈالا مجھے بے مرگ جلا کے تم نے

لا دیجئے لائیے بس مجھکو عنایت کیجئے
کیا کیا دل مرا پہلو سے چرا کے تم نے

آفریں چارۂ حد ملک سخن میں نہ رہا
سکے بٹھلا دیئے ہیں فہم و ذکا کے تم نے

عارض ترے روشن ہیں کہیں شمس و قمر سے
دنداں ہیں صفائی میں فزوں سلک گہر سے

شب کو کبھی خورشید نکلتا نہیں گھر سے
کھایا ہے مگر داغ مرے رشک قمر سے

اک شوق بڑھا اور مجھے بوسۂ لب کا
دیکھا جو چمٹتے ہوئے چیونٹی کو شکر سے

قاصد لب جاناں کی کوئی بات سنا دے
منہ تیرا بھر دونگا بخدا قند و شکر سے

بد اصل کو صحبت نہیں کر سکتی ہے اچھا
حنظل کبھی میٹھا نہیں ہوتا ہے شکر سے

مر جاتا ہوں فرقت میں جلا دیتا ہے وعدہ
آپ آئیں تو مٹ جائے یہ جھگڑا ہی مگر گھر سے

کیا گلشن و جنت کو کروں لیکے مجھے تو
کوچہ سے ترے کام تعلق ترے گھر سے

بے تیرے جہاں میں نہیں ممکن ہے یہ اے جاں
وہ کام تو کہتا ہے جو آئے نہ بشر سے

اے پیر فلک کشت کو تیرے جو ہو درکار
کچھ مانگ لے برسات مری دیدۂ تر سے

افسوس چکھی غیروں نے شیرینی لب تک
عشاق ترے شربت دیدار کو ترسے

پیدا کرے عاشق تو صفت ضبط فغاں کی
کیا آہ کرے بات نہ خالی ہو اثر سے

اپنی شب ظلمت کی درازی کو لکھو کیا
گیسو چلے جاتے ہیں بڑھے اسکی کمر سے

جن پیتے ہیں سب بہر نمائش انہیں زیبا
گر جاتے ہیں مضموں جو مرے طاق نظر سے

عشق میں آپکے برباد ہیں اچھے اچھے
بنگئے قیس و فرہاد ہیں اچھے اچھے

رہنے تنہا مجھے دیتے نہیں درد و غم و رنج
ساتھ آئے مرے ہمزاد ہیں اچھے اچھے

امتحاں کوئی باقی نہ رہے عاشق پر
کرلے جو تجھکو ستم یاد ہیں اچھے اچھے

سلسلہ تیری محبت نے یہ پھیلایا ہے
قیدی زلف جو آزاد ہیں اچھے اچھے

رہتا جمگھٹ ہے حسینوں کا مری کوٹھے پر
چاہتے مجھکو پریزاد ہیں اچھے اچھے

اے جفا کیش ذرا ڈر کہ ترے جوروں سے
آج کل برسر فریاد ہیں اچھے اچھے

رشک ناحق مری آمد ہے کچھ آورد نہیں
میری مضمون یہ خداداد ہیں اچھے اچھے

آفریں کہتے ہیں سب تری سخن کو سنکر
زیبا اس فن میں جو استاد ہیں اچھے اچھے

ہم کو وہ اپنی شکل دکھائے خدا کرے — درد فراق دل سے یہ جائے خدا کرے

دل صدمۂ ہجر کے نہ اٹھائے خدا کرے — گھر میں مرے مکان وہ بنائے خدا کرے

قاصد لئے وہ آتا ہی خط کا ترے جواب — مژدہ کوئی یہ مجکو سنائے خدا کرے

جس مے سے محو شبلی و عطار ہو گئی — پیر مغاں وہ مجکو پلائے خدا کرے

جو کچھ کہوں وہ مان لے کہنا مرا تو یار — کچھ ایسا تیرے جی میں سمائے خدا کرے

ہا ہجر شب وصال موذن نہو مرا — مرغ سحر نہ شور مچائے خدا کرے

نقطوں کی جا ہیں لخت جگر میں نے رکھدئیے — قاصد خط اسکو میرا دکھائے خدا کرے

محفل میں انکے نام مرا گالیوں سے لے — میری رقیب یاد دلائے خدا کرے

رخ پر نہ یار کی پڑے سایہ بھی زلف کا — ملک حلب حبش نہ دبائے خدا کرے

وحشت میں مجھکو دیکھ کے جیسے ہنسی رقیب — ویسا ہی انکو چرخ رلائے خدا کرے

وہ طرز گفتگو ہو جو بگڑیں وہ غیر سے
محفل میں میری بات بن آئے خدا کرے

اس گل سے اب تو وصل دوامی ٹھہر گیا
یہ چرخ کوئی رنگ نہ لائے خدا کرے

زیبا کبھی جو جھوٹوں بھی اس گل سے روٹھ جائے
سچ مچ وہ لاکھ بار منائے خدا کرے

وہ بت اٹکھیلیوں سے آ رہا ہے
قیامت پر قیامت لا رہا ہے

چمن میں زلف وہ سلجھا رہا ہے
شکن گیسوئے سنبل کھا رہا ہے

خرام ناز وہ دکھلا رہا ہے
غرور حشر ٹھوکر کھا رہا ہے

وہ دیکھ اپنا رخ زیبا رہا ہے
چمک آئینہ کا تارا رہا ہے

اڑاتے قہقہے ہیں جام و مینا
کوئی بت میکدہ میں آ رہا ہے

جو دیکھا یار کا چہرہ قمر نے
اتر کر شرم سے آدھا رہا ہے

کروں گا بخت برگشتہ کی تدبیر
برنگ چرخ چکر کھا رہا ہے

رقیبوں سے محبت ہم سے نفرت
مرے دل پر یہی صدمہ رہا ہے

خبر لے اے مسیحا جلد جا کر | ترا بیمار غم گھبرا رہا ہے

ستارے کی ترقی کا یہ دن ہے | مرا ہوش مرے گھر آ رہا ہے

نہیں ہلتا رخ روشن پہ گیسو | یہ کالا من پر اک لہرا رہا ہے

مگر موتی نے دیکھے دانت تیرے | سمندر میں جو غوطے کھا رہا ہے

جنہیں خود سر ہے اپنا بار گردن | انہیں خنجر سے کیا دھمکا رہا ہے

لب رنگیں ترے دیکھے چمن میں | گل تر کس لئے مرجھا رہا ہے

خوشی میں مرگ عاشق کی گھڑی کے | کئی ہفتہ تلک جلسہ رہا ہے

جو دیتا ہے تو دے ڈال ایک بوسہ | بت ترسا عبث ترسا رہا ہے

نہیں زلفیں رخ روشن پہ لٹکے | مہ تاباں پہ بادل چھا رہا ہے

کبھی تو ہو گا حاصل وصل زیبا

زمانہ ایک سا کس کا رہا ہے

وہ گلشن میں جب سیر کو آ گئے | تو پھولوں سے بلبل کو لڑوا گئے

وہ محفل سے عاشق کی اٹھوا گئے
قیامت کے فتنہ کو چونکا گئے

غم و رنج سمجھے مجھے مال مفت
جو فرقت میں حد سے سوا کھا گئے

غم و رنج نے داؤں مجھکو دیا
غذا ان کے میری مجھے کھا گئے

غم ہجر بھی ہے عجب ایک جنس
بڑھی اور یہ جسقدر گھٹا گئے

وہ جھوٹے ہیں کہ آئینگے میرے گھر
فقط باتوں باتوں میں بہلا گئے

جو نفرت تھی آنکھوں تو کہتے وہ تم
مری لاش آکر نہ ٹھکرا گئے

میں وہ ہوں بلا نوش لے ہجر یا
غم و رنج بھی مجھسے گھبرا گئے

گیا باغ میں جب وہ رشک چمن
گل و سرو و شمشاد شرما گئے

جب ہی سے تھی ہم جانتے وہ بیٹھے یا تھ
وہ جب اٹھ کے محفل سے زیبا گئے

غمخوار حیف روتا تیرا زار زار ہے
اغیار کا تو او بت عیار یار ہے

جسکی سپر ہو رحمت حق اس دوستو
اعدائے بد نہاد کا دشوار وار ہے

دیتے نہیں ہو بوسہ تنخواہ لکھ کے نام
یہ نادہند کا مرے سرکار کار ہے

برگشتہ طالعی میں مری یہ بھی آگیا
گردش میں روز و شب جو فلک بار بار ہے

مقتل میں قاتلا یہ شہادت کا شوق ہے
لیجاتا کھینچکر جو مجھے بار بار ہے

آئینہ میں جو سایۂ گیسو نظر پڑا
ڈر کر پکار اُٹھے کہ اسے مار مار ہے

رندوں میں آ پھنسا ہے کوئی محتسب ضرور
میخانے میں جو آج مچی مار مار ہے

مجرم جو ہوں سزا کا بھی سامان ہی درست
پھانسی کو زلف ہی تو دلدار دار ہے

کس ماہرو کی شکل کا رہتا کیا خیال
مثل کتاں جو جیب قبا تار تار ہے

اگر چمن میں خراماں وہ گلعذار آئے
ہوا ہو رنگ خزاں موسم بہار آئے

جو ساتھ سونے کا وعدہ کرے وہ سیم بدن
نصیب جاگے مجھے خواب میں قرار آئے

نہ نکلا گھر سے کبھی ہائے گیسوؤں والا
ہم اُسکے در پہ کئی بار سر کو مار آئے

میں اپنے جامہ میں پھولا نہ پھر سماؤنگا
بہار سا جو میرے گھر وہ گلعذار آئے

رقیب دوست ہو وہ گل عدو مجھے سمجھے
خلش یہ دیکھ کے کیونکر نہ دل میں خار آئے

کبھی نہ آئے تم اقرار پر ہمارے گھر
تمہیں بتاؤ تو کیونکر ہمیں قرار آئے

تڑپتا دیکھ مجھے خاک پر نہ پوچھا حال
ہمارے شیشۂ دل میں نہ کیوں غبار آئے

نہ تیرے دانتوں سے تشبیہ دو ... ہیں
گہر نہا کے بھی زیبا ہزار بار آئے

مثال ابر کبھی غم سے چشم تر نہ رہے
مری بدی پر اگر چرخ فتنہ گر نہ رہے

ہماری آہ رسا سے ابھی نہیں واقف
کسی گھمنڈ میں یہ چرخ فتنہ گر نہ رہے

نگاہ لطف و کرم سے تو غیر کو دیکھو
ہمارے حال پہ الطاف کی نظر نہ رہے

گلہ فضول ہے اب اس سے بدزبانی کا
کہ وقت غیظ میں اپنی جسے خبر نہ رہے

مزاج پرسی اغیار تو رہے ہر دم
شب فراق میں میری تمہیں خبر نہ رہے

صبا نے غیر کو پہنچائی زلف یار کی بو
ہمارے گھر میں یہ بدذات پردہ در نہ رہے

تمہارے زلف معنبر سے بچ کے جائے کہاں
شمیم عود کے اندر چھپی اگر نہ رہے

ہر ایک طرح فرشتوں سے جب ہے وہ بہشت لیے
جو اپنے نفس سے ہارا ہوا بشر نہ رہے

بھڑک کے آگ فلک پر لگائے شعلۂ آہ
مدام غم سے جو پانی مرا جگر نہ رہے

جو انکے خندۂ دنداں نما کا وصف سنا
صدف میں فرط محبت سے پھر گہر نہ رہے

خدا کے فضل سے اہل کمال اب بھی ہیں
دکھائیں کسکو کہ جب پرسش ہنر نہ رہے

شعاع اس رخ روشن کی دیکھ لے جو کبھی
تو گھٹ کے مہر فلک صورت قمر نہ رہے

ہدف سہام ملامت کا مجکو لوگ بنائیں
جو میری آہ میں اکدم تو لے اثر نہ رہے

جو آپ آئیں مرے گھر میں ایک ساعت کو
تو پیش غیر میری آہ بے اثر نہ رہے

نظر سے اپنی گراؤ جو تم خفا ہوکر
دماغ غیر کبھی آسماں پہ نہ رہے

کہاں سے نافۂ مشکیں میں آئے یہ خوشبو
تمہاری زلف معنبر جو دوش پر نہ رہے

جو اپنے مرنے سے پہلے مریں یہی زیبا
ملے حیات ابد موت کا بھی ڈر نہ رہے

پیام شب

ائے لیل تار قدرتی اسرار سے بھری
انساں کو پہلے جب تری آمد نظر پڑی

پیارا مکاں یہ جسمیں تھیں سب نعمتیں بہم
اور یہ کبودی گنبد پرنور و با حشم

غائب نظر سے ہوتے ہوگئے دیکھ پر ملا
ٹھہر گیا نہ ہوئے گا اُسکا کلیجہ کیا

لیکن غبار شام نے جب پردہ ڈالکر
سندوری ایکسا ایک کرن کو کیا بدر

زہرہ ستاروں کو لئے جلوہ نما ہوئی
محدود تھی خدائی وہ بے انتہا ہوئی

اے آفتاب پہلے کسے یہ خیال تھا
اتنا اندھیرا تیری شعاعوں میں ہے چھپا

سکو پھول پتے کیڑے سبھی آتے ہیں نظر
لا انتہا جہانوں سے رکھتا تھا بے خبر

زیبا خیال موت سے ناحق کو ڈرتے ہیں
اور زندگی کے واسطے ناحق کو مرتے ہیں

جب روشنی میں اتنا ہے دھوکا بھرا ہوا
نور حیات صاف ہے اسکا ثبوت کیا

رباعی

آب آہن گرم پر سے ہٹتا جلکر
پتے پہ کنول کے موتی آتا ہے نظر
بنتا ہے وہی سیپ میں اصلی موتی
زیبا ظاہر ہے اس سے صحبت کا اثر

رباعی

جب تک کہ تو ہے زیبا کب یار ہوگا
جب تو نہیں رہیگا دلدار یار ہوگا

پس چھوڑا اپنا آپا پورا کمال یہ ہے
گم آپ آپ میں ہو جا اصلی وصال یہ ہے

مخمس زیبا بر غزل غنی

بھرا ہے اس جہان خوشنما میں غم ہی غم سارا
بچے اس سے نہیں ہی علم و عقل و ہوش کو یارا
نظر آتا نہیں بجز ترک ہستی اپنا چھٹکارا
جنونی کو کہ از قید خرد بیروں کشم پا را
کنم زنجیر پائے خویشتن دامان صحرا را

نہیں ممکن سلوک نیک کا ہونا نتیجہ بد
لحاظ و عیب پوشی کے لکھے ہیں فائدے بیحد
مٹا دیتے ہیں یہ ضدین کی آپس کی رد و کد
بہ بزم مے پرستاں محتسب خوش عزتے دارد
کہ چوں آید بہ مجلس شیشہ خالی میکند جا را

نہیں آوارگی میں قدر مثل مہر عالم در در
دل آوارہ پر پڑتی ہیں ہر دم لعنتیں سہ سہ
دل یکسو ہی میں دیکھی چمکتی نور حق کی لو
اگر شہرت ہوس داری اسیر دام عزلت شو
کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نام عنقا را

سکھاتا زاہد ہے رندوں کو کیسی عقل ہے فاسد
تمنا ہی جنھیں جنت کی جا ہے ان سے کرنا ضد
رنگے یک رنگ میں ہیں انکو کیا بتخانہ کیا مسجد
بہ بزم می پرستاں سرکشی بر طاق نہ زاہد
کہ می ریزند مستاں بے محابا خون مینا را

نہ تھی جب آنکھ تجھ سے بشاشت اور دنیا پہ تھے مفتوں
بستی ہر طرف وحشت سے صورت ہو گئی مجنوں
یکایک آنکھ کھلتے ہی عجب کچھ ہو گیا افسوس
شکست از سر در و دیوار می ریزد مگر گردوں
ز رنگ چہرۂ ما ریخت رنگ خانۂ ما را

سرک جائے ہی ممکن خواہشوں کا اس سے پیراہن
رہائی پر بھی ناممکن ہی واں یک اور سے ہے دشمن
نکلنا جسم کے پنجرے سے بھی لازم کہ جاوے تن
نیابد رہ بگردوں روح تا باشد نفس در تن
رہائی نیست در پرواز مرغ رشتہ بر پا را

پڑے رہ جائینگے آخر یہیں سب گلشن و گلبن
نہیں اپنا کوئی ناحق کو ہے کس تیرے کی دھن
شہیں اس بیچ زیبا کی نصیحت کان دھر کر سن
غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ روشن کرد نور دیدہ اش چشم زلیخا را

دیوان یکتا

جناب ماسٹر رام سروپ صاحب بی اے - یکتا
خلف الرشید
جناب منشی بدری پرشاد صاحب شیدا

ردیف الف

دل ہوا بحرِ سخن میں جو شناور اپنا — بھر گیا گوہرِ مضمون سے دفتر اپنا

آیا ہنستا ہوا گلشن میں جو دلبر اپنا — کھل گیا غنچۂ دل مثلِ گلِ تر اپنا

ایک قاصد تھا اُسے دیکھ کے وہ بھی ہوا گم — پھنس گیا دامِ محبت میں کبوتر اپنا

کیا کریگا ترے آئینۂ رخ کے اوصاف — دیکھ لے پہلے ذرا منہ تو سخنور اپنا

اُسکا موسم ہے مقرر یہ ہمیشہ باراں — ابر سے دیدۂ تر ہے کہیں بڑھکر اپنا

پوچھتے کیا ہو بھلا خانہ بدوشوں کا پتہ — جس جگہ یار ہوا اپنا وہیں ہی گھر اپنا

ہم کو چلنے کی نہ طاقت ہے نہ تابِ فرقت — قربِ جاناں میں بنالینگے ہم اب گھر اپنا

ہے یقیں دل سے ہیں جب ہوگا ثنا خوانِ رسول — منہ دھولایا کریگا چشمۂ کوثر اپنا

ہم سبق یاد کریں یا کہیں غزلیں یکتا
خواندگی سے نہیں دل خالی ہے دم بھر تنہا

چلتا نہیں محشر سے کم اس آفتِ جاں کا — ہر گام سے ہوتا ہے بپا شور اماں کا

خوں لعل یمن بنکے دل کوہ سے ٹپکا — کیا خوب جما رنگ تری سرخی پاں کا

وہ پھر گئے قسمت کیطرح تو یہ کھلا راز — یکساں نہیں رہتا ہے کبھی حال جہاں کا

گل زردیوں کو مرغوب ہے پوشاک بسنتی — کیا فصل بہاری میں شگوفہ ہے خزاں کا

ڈھاتیں نہ قیامت اگر اس شوخ کی چالیں — کہتا نہ کبھی فتنۂ محشر اسے بانکا

ہوں ضعف سے کاہیدہ مطول یہ پڑھی کیوں — یارا نہیں دردِ شبِ فرقت کے بیاں کا

دل سے یہی آتی ہے صدا کان میں تیرے — مطلع کوئی پڑھ اور بڑی عظمتِ شاں کا

کلمہ نہ ملائک پڑھیں کیوں میری زباں کا — مداح ہوں میں بھی نبیٔ عرش مکاں کا

دشوار ہے لینا تیرا بوسہ جو شکر — تو جان لے آساں ہے دینا ہمیں جاں کا

ہاتھ آئی جو حور نہ نکلو ترا نقشِ کفِ پا — سر حلقہ بنائیں گے گلزار جناں کا

قربان تجاہل کے مرا پوچھتے ہو نام
ہیں آپ کا دیوانہ ہوں بے نام و نشاں کا

دل ہے نہ جگر ہے نہ ہے جان خانۂ تن میں
لوٹا کسی ڈاکو نے سب اسباب مکاں کا

ہر بات میں عشاق کو غصے سے جھڑکنا
نک توڑا یہ سیکھے ہو مری جان کہاں کا

بیکل کو ترے ابرو و مژگاں نے ہے مارا
کشتہ نہ یہ تلوار کا ہے اور نہ سناں کا

کاکل کا وہ پھندا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا
دل اس میں یہ الجھا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

تو ایسا کھلونا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا
دل طفل سا مچلا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

تنہا گرم ہی بازار شبا آسیہ یہ زلفیں
اس زور پہ سودا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

بوسے بھی دئے آپ نے سینے سے بھی لپٹے
اک اور تمنا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

کہہ دیجیے غیر آپ کی محفل میں نہ آئیں
ورنہ وہ ارادہ ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

پھولے ہیں گل زخم جگر آکے تو دیکھو
نیرنگ تماشا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

کیا جوش سے ہے بیکل دریا سخن
مضموں وہ ابلتا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

آئینہ رخ نے کیا تصویر سا حیران
اس طرح کا سکتا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

کیوں آپکی فرقت میں نہ پکتا ہو جگر ریش
یہ رنج ہی ایسا ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا

تو نے غیروں سے حذر مشفق من چھوڑ دیا
ہم نے ملنا ترا اے عہد شکن چھوڑ دیا

عشق میں گیسوئے مشکیں کے ختن چھوڑ دیا
لب لعلیں کے تصور میں یمن چھوڑ دیا

سایہ انداز نہیں آنکھ پر آنکے گیسو
سنبلستاں میں کسی نے یہ ہرن چھوڑ دیا

عارض یار کی تابش سے ہیں گل پژمردہ
اس لئے بلبل نالاں نے چمن چھوڑ دیا

دم میں ہو جائیگا افلاک پہ محشر برپا
ایک نالہ جو سوئے چرخ کہن چھوڑ دیا

آئی سننے میں نہ بات اس دہن تنگ سے
بدمزہ ہو کے بس اب ذوق سخن چھوڑ دیا

آج کیوں زلفیں ہیں رخسار منور سے جدا
اژدہوں نے یہ تعجب ہے کہ من چھوڑ دیا

بل نہ کھائیں تری زلفوں کے یہ چھوٹے بچھیر
ذکر افعی بسر شاہ زمن چھوڑ دیا

سلک دنداں کے سوا اور کہیں آنکھ لڑی

کس لئے حضرت یکتا نے عدن چھوڑ دیا

دور سے آیا نظر جب مجھکو چہرہ یار کا | بھر گیا آنکھوں میں نقشہ خلد کے گلزار کا
رنگ ہاتھ آیا حنا کو بھی تری رفتار کا | پاؤں سے مل مل کے کر دیتی ہے خوں جار کا
آئے کیوں تیرے شہیدوں پر نہ ہولی کی بہا | بس گلناری عطیہ ہے تری تلوار کا
ہو گئے پھیکے مہ و خورشید دونوں دیکھکر | مطلع انوار روئے صبح صادق یار کا
ہے بجھی آب بدخشاں و یمن میں تیغ خشم | لعل اگلتا ہے جو ہر اک زخم اس تلوار کا
عاشق دیدار کو جلوہ دکھا گلشن میں جا | حال ابتر ہو رہا ہے نرگس بیمار کا
ساغر کوثر سے کیا اسکی بجھیگی تشنگی | جو کہ پیاسا ہے تمہارے شربت دیدار کا
کر لیا اچھا نہ عیسےٰ نے تیرے بیمار کو | کیا بدل جز موت ہوتا شربت دیدار کا
غیر سے شیریں کلامی گالیاں ہمرے لئے | دیکھ لی الفت بھی تیری بولنا بھی پیار کا
گالیاں دے لو خفا ہو لو مجھے مجرم بنا | غیر مرتے تھے تو نہیں بوسہ لیا سرکار کا
روئے جاناں کی محبت کا جلا اسمیں چراغ | کعبہ دل یہ بنایا ہے بڑے معمار کا

شوق آتشبازی ہے گر آپکو اے ماہتاب
دیکھئے آکر تماشا آہ آتشبار کا

عشق کا مجھپر جو ڈالا اس بت کافر نے جال
ہر رگ تن اپنی ڈوری بنگئی زنار کا

ساتھ اچھوں کے بروں کو بھی ہے ملجاتی جگہ
پھولگل میں ہمیشہ قرب دیکھا خار کا

ظالموں کو بھی سزائے ظلم دیتا ہے خدا
دست قاتل میں دیا سر خنجر خونخوار کا

ہوں جو اے یکتا نمایاں ہنسی میں دندان یار
شرم سے پانی اتر جائے در شہوار کا

ردیف رائے مہملہ

اگر وہ مستعد ہیں تیر و خنجر آزمانے پر
خوشی سے ہم بھی آمادہ ہیں اپنا سر کٹانے پر

جو دانہ خال رخ ہے تو دہن ہے چشمۂ حیواں
نگاہوں سے گرا مرغ نظر اس آب و دانے پر

اگر تقدیر سے اغیار سدرہ نہ ہو جائیں
ابھارا تو ہے دم دیکر انہیں تشریف لانے پر

تمہاری بوئے گیسو نے اڑائی تیز پروازی
وگرنہ اس رسائی کے کہاں پا صبا نے پر

قیامت آئیگی عشاق پر پامال ہونے کی
ہزاروں خون ہونگے آپکے مہندی لگانے پر

خوش الحانی بلبل دشمنِ آزادی جاں ہے
لئے دام آ گئے صیاد اُسکے چہچہانے پر

ملے کیا بوسہ خالِ رخ اُن کا غیر سے بچکر
لگی ہے مہر تقدیرِ بشر ہر ایک دانے پر

ارادہ ہے یہی دل کا کہ اُڑکر جا ملے اُن سے
مگر مجبور ہے اسکو نہیں بخشے خدا نے پر

عبث یہ بوسہ خالِ زنخداں پر ہوا مائل
کوئی میں گر پڑا مرغ دل اپنا ایک دانے پر

اُجاڑا رنج دیدیکر ہمارے خانۂ دل کو
ستم اب اور کیا ڈہا دگے اس مظلوم خانے پر

وہ بلبل ہوں کہ دم دیکر رہائی دام سے پائی
مجھے صیاد نے چھوڑا اُڑا سا دم چھڑانے پر

مثال نقشِ پا اُنکے درِ دولت سے کیا اُٹھوں
پڑے اغیار دربان چاہیے اس آستانے پر

جہاں میں حسن روز افزوں ہے یکتا سبکو الفت ہے
مگر ہے امتحان عشق و ہوس کا خط کے آنے پر

ردیف (نون)

ہاتھ ٹوٹیں جنکو دستِ یار سے بیعت نہیں
کور ہوں آنکھیں جنھیں دیدار کی لذت نہیں

جن پری چہروں کو تیرے حسن کی الفت نہیں
سچ تو یہ ہے ہمسر سلیماں سے اُنہیں قربت نہیں

کب نہ بین لف رخ و ابرو کے آگے خم ہوا
یہ لئے کعبہ ہیں ادا کی کونسی رکعت نہیں

گوش گل تک آج پہونچائے تو حال عندلیب
عاشقو نپر کیا تری باد صبا شفقت نہیں

کیا تعجب ہے فرشتے چھوڑکر جنت کو آئیں
اُسکے کوچہ کے برابر خلد میں نزہت نہیں

میٹھی میٹھی گالیوں سے بھر گئے اچھوں کے مُنہ
بوسہ اُلٹے مانگتے پڑتی مری جرات نہیں

آتشِ رشک و حسد سے دلمیں ہی لاکے داغ
جل بجھا پر تیرے عارض کی ملی رنگت نہیں

لاغری سے آبلے پاؤں کے پھوڑے بے خلش
مجھکو خار دشت کی کرنی پڑی منت نہیں

سرو اور شمشاد خجلت سے زمیں پر گر گئے
فتنۂ محشر قد دلدار ہے قامت نہیں

کفش جاناں کے ستارے تو چرا لایا ہے چرخ
ورنہ تیرے باپ کے گھر میں تھی یہ دولت نہیں

کھا چکا سو بار چکر پر نہ گردش سے پھرا
چرخ کج رفتار کو اسپر بھی کچھ غیرت نہیں

ہیں نہ ہندو ہوں نہ کافر نے مسلماں نے یہود
عشق بازی ہے مرا رکھتا کوئی ملت نہیں

طول گوئی کرتی ہے آزردہ طبع سامعیں
مضموں کی اس بحر میں یکتا ہے کچھ قلت نہیں

ردیف واؤ

ہوتی کسی کو ہے زر و زیور کی آرزو
ہم کو ہے نقد وصلت دلبر کی آرزو

دولت کی جستجو ہے نہ ہے زر کی آرزو
ہے نقد وصل یار ستمگر کی آرزو

ہے قصر جم نہ تخت سکندر کی آرزو
کوچے میں تیرے ہے مجھے بستر کی آرزو

اپنی ہی شکل پر ہو وہ بت بھی فریفتہ
بر لائے یہ خدا دل مضطر کی آرزو

مدت ہوئی کہ سوکھ چکا جسم میں لہو
فصاد سے عبث تجھے نشتر کی آرزو

دو دو پہر جلاتے ہیں گھی کے چراغ ہم
ہے آفتاب روی منور کی آرزو

اُس ماہ رو کی خدمت مشاطگی ملے
آئینہ سے عیاں ہے سکندر کی آرزو

ہر لحظہ اُنکے قد سے قیامت ہے سامنے
رکھتا ہے کون فتنہ محشر کی آرزو

مینای دل ہے بادہ مضموں سے لبالب
ساقی کی آرزو ہے نہ ساغر کی آرزو

اس سلسلے میں دل کو نہ کیونکہ پھسائیو
ہے جی کا جال کاکل ابتر کی آرزو

ردیف ہائے ہوز

عکس کاکل نے بنایا جب سے مشکل آئینہ
صاف آتا ہے نظر کالوں کا مخزن آئینہ

شیشۂ دل توڑنا مژگاں کو کتنی بات ہے
یہ سناں توڑے اگر بن جائے آہن آئینہ

کھینچتا ہے عکس جسکو اک نظر سے دیکھ لے
آج کل استاد مانی کا ہے پرفن آئینہ

مجھ پہ کیا موقوف خود عشق ہو گئے اپنی حسن
دیکھئے سچ وہیج لولاکر رشک گلشن آئینہ

لوٹتا دن بھر ہے حسن بھر جلعت کی بہا
یا الٰہی ہو کہیں اندھا یہ رہزن آئینہ

دیکھنے سے تجھکو بس جاتی ہے دل کیا تھر
ہو مگر تجھ بن نہیں لفظوں کی انجمن آئینہ

روبرو قاتل کے ہرگز آنکھ جھپکاتا نہیں
یکرخی پہ ناز کرتا ہے یہ اودن آئینہ

یار کو مغرور کر دیتا ہے اسکے حسن پہ
عاشقوں کو شاق ہے تیر الرکبن آئینہ

تونے یکتا کو دکھا دی یار کی کیا کیا بہا
بار احساں سے اٹھاؤں گا نہ گردن آئینہ

دکھلاتا نجیفوں کو ہے صحرائے مدینہ
صد آفریں جذب دل شیدائے مدینہ

پوچھے گا جو خلاق جہاں حشر میں مجھ سے — کہہ دوں گا کہ ہوں طالب آقای مدینہ

تعبیر یہی ہے کہ ملے روضۂ رضواں — دیکھے جو کوئی خواب میں صحرای مدینہ

سمجھوں میں پر کاہ اگر کوہ الم ہو — چھوڑوں نہ اگر دامن صحرای مدینہ

حسرت سے شب و روز یہ کہتے ہیں فرشتے — افسوس ہوئے ہم بھی نہ رو سائی مدینہ

تھی پہلے یہ بو باس کہاں باغ ارم میں — شاید یہ اوڑا لایا ہے گلہائی مدینہ

یکتا سے جگر ریش کو مل جائے خدارا

ادنیٰ سی بھی کوئی خدمت آقائے مدینہ

تمام شد

ہولی

شیدا

دکھا چھب پیاریاں من موہن موہ لیو

بیٹھی بیٹھی بتیاں کر کے بے بس پران کیو — نین کی سین پر چھی ماری۔ تن من بید ڈلیو

دکھا چھب پیاریاں من موہن موہ لیو

پریم کی دارو پیائے پیروا مو سے متوارے کیو — وہی صورت ہر دیکھیں بسی ہے۔ ایسا دلدار گ...

دکھا چھب پیاریاں من موہن موہ لیو

اب اوروں کے پیا رنگ راچے موہ نہ سمر کیو — سوتن ڈاہ کیو بچھیں سالے۔ در کو لی جات

دکھا چھب پیاریاں من موہن موہ لیو

شیدا عرض کرے کر جوری سنیاں ٹیر سنیو — پریت کرے تو نباہو سیلیا ناہیں تو جے جیو

دکھا چھب پیاریاں من موہن موہ لیو

ہولی

کہیو پیا سے لیجو خبر چولیا رنگ بوری جائے

آم پکے مہوا گدرائے — جوبن مدہ ہولسائے

کہیو پیا سے لیجو خبر چولیا رنگ بوری جائے

باری تھیں تب چاہ گھنیرو — اب کہاں رہے ہیں بھلائے

کیسو پیا سے لیجو خبر چولیا رنگ بوری جائے

دیکھ سکھن کو پیا سگلے بہیاں ہوری میں جیا للچائے

کیسو پیا سے لیجو خبر چولیا رنگ بوری جائے

جو شیدا کو جیاون چاہو لیو گون کروائے

کیسو پیا سے لیجو خبر چولیا رنگ بوری جائے

ہولی

ہوری آئی ہے کرشن مراری - بنالو رنگ کی نئی پچکاری

بہت دنن میں پایا ہے تم کو ڈھونڈ ہت ڈھونڈ ہت ہاری

پوری کرو ابھلاکھ ہماری دین بندہ بنواری

ہوری آئی ہے کرشن مراری

من مٹکی کو کھول دے موہن جائیں رنگ بھرو گلناری

نینن کی پچکاری موہن رنگ دیو سبھی برجناری

میں کھیلونگی جا ہی بید ردا سے ہوری

شیدا سی تمنے کری سوتی سکی کیسا ایسی بھولی ہو کبہو تو آ ئیو بھر یا ہماری سب رنگ لونگی نچوڑی

میں کھیلونگی جا ہی سید ردا سے ہوری جانے بہیاں گہی کا ہے موری

ہولی

تمہیں تو ہو سوتن کو چاؤ میرا کا ہی کو لینو گونوا

رو کے رکت نا ہیں تھامے تھمت نا ہیں نکسوی جات ہی ہنوا۔ سیاں میرو کا ہے کو

کبہو نہ کہیں موسے پیا کی بتیاں ہیں ہمارے کرموا۔ سیاں میرو کا ہے کو

کب سے پیاں سے گلے مل سو ہیں سگن بچار و ہنوا۔ سیاں میرو کا ہے کو

شیدا پیا کو ہولی میں لے آؤ بھاگ جگاؤ انگنوا۔ سیاں میرو کا ہے کو

ہولی

ایک رنگ کی رنگیا میری رنگ دیجے چونریا

بالا کریں نو تیرے پٹیل پرت ہو لیا رحمان رنگ کے لیجیا۔ میری رنگ دیجے چونریا

شیدا کو اپنے تراس نہ کیجئے تو ہے رحمان سے کے دو بھیا - میری رنگ دیجے چونریا

ہولی

شالے موہ آس تمہاری

رنگ وحدت کو تمنے بنا یو سب کی چونر رنگ ڈاری

ہمسے کہا ایسی چوک پڑی ہے ہمری اور نہیں ڈاری - شام رنگ کی پچکاری

تمہرے سہارے دن دن گن گن پوری برس گذاری

ہوری کے دن سینیاں مکھ ہو نہ بولت پل پل جات رہاری - کٹے کیسے بین ہماری

اپنی اور نہار پھیر و اگھ لیو بھیاں ہماری

چھتیاں لگاؤ دکھ لیلاؤ ہمون بنی چیری تمہاری - ہمیں کا ہے تن بساری

تڑپت ہوں دن رین ہیں پیارے تم بن برہا کی ماری

جو تم ہی بھیدی چھپ لیہو بچے نہ جان ہماری - کہت شیدا ہو پکاری

شالے موہ آس تمہاری

گاگر

گاگر کیسے بھروں پیا بن رسی بن ڈول

سب کے پیالے رسیاں منگائے دیکھیں - ہری گانٹھ نہیں مول - گاگر کیسے بھروں

تیری لگن میں سب کو چھوڑا - گانٹھ جیا کی کھول - گاگر کیسے بھروں

جو میری پرتیت نہیں ہے - لے تکھری میں تول - گاگر کیسے بھروں

اب شیدا گت ترسا دے - کچھ تو منہ سے بول - گاگر کیسے بھروں

دیگر

سیّاں تمسے کیوں بھرائے گگریا

تمرو میں پنگھٹ دیکھ کے بھاری - آئی ہوں چھانٹ پیا اپنی گگریا - سیّاں تمسی کو بھرائے گگریا

موہ پنگھٹ پر تمرو ہی سہارو - نا موپہ ڈول نہ موپے رسریا - سیّاں تمسی کو بھرائے گگریا

چھوتی تجھی گگر موہ لاج لگت ہے - سیّاں کہاں کوں میں تمری گوجریا - سیّاں تمسی کو بھرائے گگریا

گاگر

گگر میری چھلکے ہیں کیسی کروں سیاں

گھر میرو دور ڈگر سے بھاری۔ بیں ہا ہا کروں تو تھام موری بہیاں

گگر میری چھلکے ہیں کیسی کروں سیاں

لاج شرم میری رکھ لے پیروا ۔ اے تم بن میرا دوجا کوئی نہیاں

گگر میری چھلکے ہیں کیسی کروں سیاں

غزل حضرت تسکین لکھنوی مصنف بیاض تسکین و انشائی تسکین

درخواب دوش دیدم رشک مسیح ما ہے

بہزار ناز و عشوہ بکمال عز و جاہے

رویش چو صبح خندان پیشانیش پر افشاں
گویا کہ ماہ تاباں با انجمن سپاہے

برپا زپا قیامت سرو سہی بقامت
یوسف بایں ندامت پنہاں درون چاہے

گفتم بیا بخلوت گفتا کہ چیست حاجت
گفتم بسے شکایت از ہجر و اشک و آہے

شبہا ز اشک باری ہر روز انتظاری
باور اگر نداری دیدہ کنم گواہے

اکنوں براہ شفقت دل شاد کن ز وصلت
گفتا کجاست نسبت ایں کوہ را بکاہے

فی الارض و سمائے جز عشق کبریائے
دارد نہ مدعائے تسکین بیگناہے

ہے عبث فکر دوا قول تو اپنا ہی یہ ہی
منت حضرت عیسیٰ نہ اٹھائینگے کبھی
زندگی کے لئے شرمندۂ احساں ہونگے

ہم تو ہم مشرب رنداں ہیں نہ ابھی لیکن
توبہ کر لینگے ابھی تو ہیں جوانی کے دن
بر ملا کہتے ہیں لیکن وہ یوں ہو کے مسن
عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے

تضمین مصنفہ زیبا

ظالم ترے ملنے سے ہم ہاتھ اٹھا بیٹھے

غیروں کو اجازت ہے جب چاہے وہ آ بیٹھے
اس رنج میں دل اپنا کیوں نہ دیا بیٹھے
کرتے ہیں ترے در پہ آہ و بکا بیٹھے
پر میرے لئے ظالم یہ بھی نہ کہا بیٹھے
اک صبر ہی ساتھی تھا اسکو بھی گنوا بیٹھے
ظالم ترے ملنے سے ہم ہاتھ اٹھا بیٹھے

اک دن تھا جدا ہم سے اک لمحہ نہ رہنا تھا
غیروں کی عنایت نے اب تفرقہ یہ ڈالا
پردہ نہ اٹھا در پر بیٹھے بھی تو کیا بیٹھے
ہم لفظ تو تو معنی ہم لہر تو تو دریا
بیگانہ بنا ہم کو خلوت سے نکلوایا
ظالم ترے ملنے سے ہم ہاتھ اٹھا بیٹھے

ہر کوچہ کو کاشانہ ہر دشت و چمن ڈھونڈھا
ہوش و حواس آخر جاتے ہیں سب زیبا
اب شوق و تمنا بھی اک سمت کو جا بیٹھے
ہر جگہ تجھے دیکھا پھر بھی نہ پتا پایا
آنکھ سے لگی بھی باہر سے رخ موڑ لیا اپنا
ظالم ترے ملنے سے ہم ہاتھ اٹھا بیٹھے

بل کر کر کے شور کرادو کرادو — دلدار کو اپنے ڈھونڈھتی ہے ہر سو

کیا دھوکا ہے؟ دل ہی میں ہے دلدار — اور اسکو پکارتی ہے کرادو کرادو

ملنے کا پتہ

سروپ برادرس نمبر ۹۳۵

ڈیوڑھی بیگم مائی تھان اگرہ

جہاں مندرجہ ذیل کتب ہندی بھی مل سکتی ہیں

رسالہ ہارمونیم قیمت ۲؍

رام چرتر کبتاولی قیمت ۱؍